سیرت سید البشر ﷺ

نام کتاب : سیرت سید البشر ﷺ ترجمہ خلاصۃ سیر سید البشر

عربی تالیف : علامہ امام محب الدین احمد بن عبد اللہ حسینی طبری مکی شافعیؒ

اردو ترجمہ : فقیہ الأمت مفتی اعظم ھند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ

تکمیل ترجمہ : حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ

صفحات : ۲۳۶

سنہ طباعت : ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء

بار : دوم

تعداد : ۱۱۰۰

کمپیوٹر کتابت : محمد طلحہ بلال احمد منیار و مفتی محمد اشفاق سورتی

ناشر : ادارۂ صدیق ڈابھیل

تألیف

علامہ امام محبّ الدین احمد بن عبداللہ حسینی طبری مکی شافعیؒ متوفی (۶۹۴ھ)

ترجمہ

فقیہ الأمت مفتی اعظم ھند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ متوفی (۱۴۱۷ھ)

تکمیل ترجمہ

حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ متوفی (۱۴۱۷ھ)

مراجعة وتقديم

محمد طلحہ بلال احمد منیار

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

❁❁❁ سیرت سید البشر ❁❁❁

فصل۴ : نبی اکرم ﷺ کے غزوات ۷۸

سیرت سید البشر

فصل ۸ : نبی اکرم ﷺ کی صفاتِ معنویہ ۹۸

سیرت سید البشرؐ

اشـــــــــاریـــــــــــــــه

تقریظ گرامی

حضرت مولانا ابراهیم پانڈور صاحب افریقی دامت برکاتہم

خادم خاص وخلیفۂ اجل حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

باسمہ سبحانہ تعالی

حضرت نبی اکرم ﷺ کا ذکر مبارک خواہ آپ کی ولادتِ شریفہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی عبادات: نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کے معاملات: خرید وفروخت، قرض ورہن وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی معاشرت: سونے جاگنے، چلنے پھرنے، بیٹھنے وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کے لباس: کرتہ، لنگی، چادر، عمامہ، جبہ وغیرہ کا ذکر، خواہ آپ کے جانوروں: اونٹ، گھوڑا، بکری، خچر وغیرہ کا ذکر ہو، غرض جو چیز بھی آپ سے متعلق، اس کا ذکر کرنا، اور اس سے نصیحت لینا بغیر کسی غیر ثابت پابندی کے اور قید کے، بلا شبہ موجبِ برکت ہے، اور باعثِ اجر ہے، ذریعۂ قربت ہے، تقاضۂ ایمان ہے۔

ہر زمانہ میں علمائے کرام معتبر روایات کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرتے چلے آئے ہیں، اور اسلامی کتب خانہ میں سیرت کے موضوع پر ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، اس میں ایک کتاب جو ''بقامتِ کہتر اور بقیمتِ بہتر'' کا حقیقی مصداق ہے، علامہ محب الدین احمد طبریؒ کی (خلاصۃ السیر) ہے، ذخیرۂ سیرت میں اس کتاب کو ایک مخصوص مقام حاصل رہا۔

کتاب کی اس اہمیت کے پیشِ نظر سیدی ومولائی فقیہ الامت حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا، پہلے دو بار یہ ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اب اس پر تصحیح وتطبیق کا خصوصی کام انجام دینے کے بعد جناب مولانا طلحہ بن بلال منیار صاحب اس کو شائع کر رہے ہیں، اللہ تعالی ان کی اس علمی خدمت کو قبول فرما کر ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، اور مزید خدمات کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائے، فقط

العبد ابراہیم پانڈور عفی عنہ ۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

تقریظ حسن

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل وخلیفۂ اجل حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

زمانۂ قدیم سے سیرتِ طیبہ کے موضوع پر حضراتِ علماء مختلف انداز، اور طریقوں سے معلومات ترتیب دیتے چلے آئے ہیں، اور یہ مبارک سلسلہ اب تک جاری ہے، سیرت کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں مشہور مؤرخ علامہ محبّ الدین احمد طبریؒ کی کتاب (خلاصۃ السیر) کو ایک مخصوص مقام حاصل ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ مختصر اور جامع انداز میں اس موضوع پر جو معلومات اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں، وہ بے نظیر ہیں، اور اسی وجہ سے زمانۂ قدیم سے سیرت کے موضوع پر لکھنے والے حضراتِ مصنفین اس کتاب سے برابر استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں، بڑے بڑے اور مشہور علماء و مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اس کا حوالہ دیا ہے، اس کی اسی اہمیت اور جامعیت کے پیشِ نظر مرشدی و مولائی فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا، حضرت فقیہ الامتؒ نے یہ ترجمہ حضرتِ اقدس مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی درخواست پر کیا تھا، جس کا پسِ منظر مقدمہ سے معلوم ہوگا۔

حضرت فقیہ الامتؒ کا یہ ترجمہ پہلی بار ۱۳۹۰ھ میں شائع ہوا، اس کے بعد ۱۴۲۲ھ میں حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی مدظلہ نے دوبارہ شائع کیا، اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر بعض احباب نے ضرورت محسوس کی کہ اس ترجمہ پر مزید محنت کر کے از سرِ نو اس کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ محبِّ مکرم جناب مولانا طلحہ بن بلال منیار صاحب بارک اللہ فی علمہ وعملہ نے یہ خدمت انجام دی، اور مکمل تصحیح کے اہتمام کے ساتھ اس کو پیش کیا جارہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس محنت کو حسنِ قبول عطا فرما کر مستفیدین کو بیش از بیش فائدہ پہنچائے، اور آئندہ اس نوع کی مزید خدمات انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین یا رب العالمین، فقط

املاہ العبد احمد خانپوری عفی عنہ ۵ر ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ السیر علامہ محبّ الدین طبریؒ

اوراس کا زیر نظر ترجمہ

از نورالحسن راشد کاندھلوی

سیرت پاک کے موضوع پر دنیا کی تمام زبانوں خصوصاً عربی فارسی اور اردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن کی مجموعی تعداد کا شمار اوران کے مصنفین اور کیفیات کا تعارف یا تذکرہ تقریباً ناممکن ہے۔ جس میں چھوٹی بڑی اعلیٰ ترین اوسط اور معمولی درجہ کی کتابیں شامل ہیں۔ اس بہت بڑے اوراحاطہ وشمارے زائد وسیع ذخیرہ میں سے اگر سیرت پاک کی جامع کتابوں کا کوئی انتخاب کیا جائے تو غالباً اس میں ساتویں صدی ہجری کے عالم اور مصنف علامہ محبّ الدین طبریؒ کی سیرت پاک اور متعلقہ موضوعات پر تالیفات کا ذکر ضرور آئے گا۔

علامہ محبّ الدین طبری ساتوی صدی ہجری کے ممتاز عالم فقیہ مؤرخ اور سیرت نگار ہیں۔ علامہ موصوف سنہ ۶۱۵ھ (۱۲۱۸ء) میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، تمام عمر مکہ مکرمہ میں گذاری، بڑے محدث اور شیخ الحرم تھے، فقہائے شافعیہ میں بھی بلند مقام تھا۔ سنہ ۶۹۴ھ (۱۲۹۵ء) میں مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ علامہ نے پوری زندگی دین وعلم کی خدمت، تدریس وتعلیم اور تصنیف وتالیف میں گذاری اور تصانیف کا ایک گراں قدر اور نہایت قیمتی ذخیرہ یادگار چھوڑا، جس کی فہرست اگرچہ بہت طویل نہیں ہے مگر اس کی ہر اک کتاب اپنے اپنے موضوع پر ایک سرمایہ اور باوقار اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مورخین اور تذکرہ نگاروں نے علامہ محبّ الدین طبری کی درج ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:

(حدیث)

(۱) الاحکام الصغریٰ (۲) الاحکام الکبریٰ

(٣) الاحكام الوسطىٰ (٤) اربعین فی الحدیث

(٥) وجیزة المعانی فی قوله علیه الصلاة والسلام من رانی فی المنام فقد رانی

(٦) صفت حج النبی صلی الله علیه وسلم علی اختلاف طرقها

(٧) تقریب المرام فی غریب قاسم بن سلام

(سیرت ومتعلقات سیرت)

خلاصة السیر السمط الثمین فی مناقب ام المومنینؓ

ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربیٰ الریاض النظره فی فضائل العشرةؓ

(فقه)

المسلك النبیه فی تلخیص التنبیه طراز المذهب فی تلخیص المذهب

تحریر التنبیه لكل طالب نبیه استقصاء البیان فی احکام الشاذروان

عمة المحرر للملك المظفر عواطف النضره فی تفضیل الطواف علی العمره

کتاب الغناء وتحریمه النشور للملك المنصور

ام القریٰ لقاصد ام القریٰ خیر القریٰ فی زیارة ام القریٰ

مگر یہ علامہ محب الدین طبری کی تصانیف ومؤلفات کی مکمل فہرست نہیں ہے، علامہ محب الدین طبری کی اس کے علاوہ بھی متعدد اہم تصانیف ہیں، مگر ان کا محبّ طبری کے حالات اور مآخذ میں محبّ طبری کی مؤلفات میں عموماً ذکر نہیں آتا مگر اور مقامات پر ان کا ذکر ملتا ہے، ان میں سب سے اہم تصنیف غریب جامع الاصول ہے(۱) ایک اور تالیف ''رساله فی ذکر رسم المصحف'' ہے(۲) یہاں ان تصانیف کے مفصل

---

(۱) محبّ طبری کی غریب جامع الاصول کا ملا کاتب چلپی نے جامع الاصول کے شروح وحواشی میں ضمناً ذکر کیا ہے: کشف الظنون ص ۵۳۷ ج ۱۔ علامہ محب الدین کے احوال ومصنفات کے تحت ذکر نہیں کیا۔

(۱) اس رسالہ کا قلمی نسخہ فخر المتاخرین مولانا عبدالحیؒ فرنگی محل کے کتب خانہ مخزونہ، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں موجود ہے۔

تذکرہ کا موقع نہیں، صرف خلاصۃ السیر کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

خلاصۃ السیر سیرت پاک پر مختصر سی تالیف ہے جو چوبیں فصلوں پر مشتمل ہے اور یہ کتاب مؤلف کی صراحت کے مطابق بارہ کتابوں کا خلاصہ اور انتخاب ہے۔

یہ کتاب اگرچہ سیرت پاک کی بنیادی اور اہم ترین کتابوں میں شامل نہیں، لیکن اس کے مصنف کی قدر و منزلت، کتاب کی جامعیت واختصار اور حسن تعبیر کی وجہ سے اس کو ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور اس کو ایک حد تک اعتبار بھی حاصل رہا، یہ کتاب مصنف کی زندگی میں خاصی مقبول ہوگئی تھی اور بعد کے دور میں اس کی نقلیں بڑے پیمانے پر کی گئیں۔

عالم اسلام سے اس کی معنویت کا چرچا ہندوستان پہنچا اور یہاں بھی علماء کی محفلوں اور علمی حلقوں میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اس کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے متعدد ذاتی قومی کتب خانوں اور مدارس اسلامیہ کے ذخیروں میں خلاصۃ السیر کے بیس سے زائد قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں، جو دسویں صدی ہجری سے تیرہویں صدی ہجری کے اواخر تک کے لکھے ہوئے ہیں۔ دستیاب نسخوں میں سے جو نسخے جو ہندوستان میں لکھے گئے ہیں ان میں سے ابتدائی نسخے دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی ہجری کے لکھے ہوئے ہیں، جس سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ برصغیر میں خلاصۃ السیر دسویں صدی ہجری کے اواخر میں پہنچی اور عام ہوئی ہوگی۔

خلاصہ السیر کے منجملہ قلمی نسخوں کے ایک نسخہ ہمارے خاندانی کتب خانہ میں بھی موجود ہے جو اگرچہ گذشتہ چند سال میں خاصہ خستہ اور کرم خوردہ ہوگیا ہے، مگر بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہے اور اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، یہ نسخہ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے خاص شاگرد اور کاندھلہ کے نامور عالم اور مدرس مولانا نور الحسن کاندھلوی (وفات: ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء) کا لکھا ہوا ہے اور اسی نسخہ کی وجہ سے پیش نظر ترجمہ کی تالیف اور اشاعت عمل میں آئی ہے، اس لئے اس نسخہ کا کسی قدر مفصل تعارف مناسب ہوگا۔

حضرت مولانا نور الحسن کا لکھا ہوا یہ نسخہ چھوٹی تقطیع کے اڑسٹھ اوراق یا ایک سو چھتیس (۱۳۶)

صفحات پر مشتمل ہے۔ فی صفحہ ...... سطور ہیں۔ متوسط نستعلیق قلم ہے، اہم عنوانات اور فصلوں کو سرخ روشنائی سے ممتاز کیا گیا ہے، باریک ولایتی کاغذ ہے، تحریر ایسی خوبصورت ہے جیسے موتی ٹانک دئے ہوں، ایک ایک حرف مرصع واضح اور لائق دید ہے۔ مشکل الفاظ وکلمات پر اعراب لگائے ہیں، بین السطور میں حل لغات ہے اور حاشیوں پر بھی وضاحتیں کی گئی ہیں۔ یعنی کتاب کے متن اور نسخہ کو بہتر سے بہتر اور عالمانہ ومحققانہ بنانے کے لئے جس قدر لوازم ہیں وہ سب اس نسخہ (بلکہ مولانا نورالحسن کی نقل کی ہوئی اکثر کتابوں) میں موجود ہیں۔

خلاصۃ السیر کم سے کم دو مرتبہ شائع بھی ہو چکی ہے، پہلی بار سنہ ۱۳۲۳ھ میں مصر سے دوبارہ سنہ ۱۳۴۳ھ میں ہندوستان سے۔ ہندوستانی اشاعت اگرچہ بہت معروف نہیں ہے، مگر اس نسخہ کی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کی نقل، تصحیح، حل لغات اور حاشیہ کی ترتیب ممتاز ترین محقق علامہ عبدالعزیز میمنی نے کی تھی۔ علامہ جب پنجاب یونیورسٹی لاہور میں استاذ تھے، اس وقت سنہ ۱۳۲۹ھ (۱۹۰۹ء) میں علامہ نے اس کی اُس نسخہ سے نقل کی تھی جو سنہ ۹۲۸ھ کے لکھے ہوئے نسخہ کی نقل تھا۔ بعد میں اس پر حاشیے لکھے۔ علامہ میمن نے یہ خدمت اپنے ہم وطن دوست اور مشہور اہل حدیث عالم، مولانا محمد جوناگڑھی کی فرمائش پر انجام دی تھی۔

یہ نسخہ جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ (دسمبر ۱۹۲۴ء) میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ راقم سطور کو اس نسخہ کے علاوہ خلاصۃ السیر کی کسی ہندوستانی اشاعت یا تازہ محقق نسخہ کا علم نہیں، اگرچہ آٹھ دس سال پہلے سنا تھا کہ خلاصۃ السیر کا ایک نیا محقق نسخہ چھپا ہے، مگر یہ نسخہ مجھے نہیں ملا۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو قلمی نسخوں سے مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

میرے والد حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دام ظلہ کو اس تالیف اور مذکورہ قلمی نسخہ سے ہمیشہ ایک انسیت اور تعلق رہا جس کی وجہ سے اس نسخہ کی دو نقلیں تیار کرائیں اور اس کا اردو ترجمہ بھی کرایا۔ یہ ترجمہ مظاہر علوم سہارنپور کے مدرس اور معین مفتی اور (بعد میں) برصغیر ہند کے نامور عالم، مفتی اور شیخ مولانا مفتی محمود حسن

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۹/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ ۲۱/ستمبر سنہ ۱۹۹۶ء) نے کیا تھا۔(۱)

جب والد صاحب مظاہر میں پڑھتے تھے اس وقت دونوں حضرات میں دوستانہ مراسم بلکہ بے تکلفی سی ہوگئی تھی۔ مفتی صاحب کا کاندھلہ آنا جانا رہتا تھا، یہ سفر اور دوستانہ ملاقاتیں کئی علمی کاموں اور تحریرات کا وسیلہ بنیں، جس میں خلاصۃ السیر علامہ محبّ طبری کا زیرِ نظر اردو ترجمہ بھی شامل ہے، مگر اس ترجمہ کے آخری چند صفحات یا چار فصلیں ترجمہ سے باقی تھیں کہ مفتی صاحب کا مظاہر علوم سہارن پور سے ملازمت و تدریس کا رابطہ (عارضی طور سے) منقطع ہوگیا تھا اور مفتی صاحب سہارن پور سے چلے گئے تھے اس لئے یہ ترجمہ نا تمام رہ گیا تھا، جس کو حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی (وفات ۱۷/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ ۱۳/اگست ۱۹۹۶ء) نے مکمل کر کے ترجمہ کو اختتام تک پہنچایا یعنی اس ترجمہ کی آخری چار فصلیں مولانا اظہار الحسن صاحب کی یادگار ہیں۔

مفتی صاحب نے یہ ترجمہ چھوٹے سائز کے ایک معمولی سے پیڈ (paid) پر لکھا ہے، تحریر میں اگرچہ لکڑی کا قلم استعمال ہوا ہے، مگر پوری تحریر یکساں اور رواں ہے، جس طرح ترجمہ میں تکلف اور آورد نام کو نہیں، اسی طرح تالیف میں بھی کہیں کوئی تکلف محسوس نہیں ہوتا، قلم لکھتا چلا گیا، الفاظ، سطور سب کی تعداد میں خاص طرح کی یکسانیت ہے۔ اور تصحیح و نظرِ ثانی بھی بہت کم ہے۔

مذکورہ بالا ترجمہ اگرچہ ایک مرتبہ چھپا ہے مگر اس کی اشاعت کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔ یہ ترجمہ چمن بک ڈپو دہلی سے تقریباً ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) میں چھوٹی تقطیع پر چھپا تھا، مگر ناشر نے اس پر مؤلف کی جگہ میرے والد صاحب (حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب مدظلہ) کا نام لکھ دیا تھا، دوسری تفصیلات حذف کر دی تھیں، حالاں کہ جب یہ نسخہ طباعت کے لئے دیا گیا تھا تو اس پر ایک تمہید لکھی گئی تھی، جس میں اصل عربی نسخہ،

---

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ کے مفصل حالات خدمات اور دینی علمی اثرات اور تالیفات کے تعارف کیلئے ملاحظہ ہو۔

الف: حیات محمود تالیف مولانا محمد فاروق میرٹھی دو جلدیں

ب: دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی از مولانا محمد شاہد سہارنپوری۔

اس کے علاوہ رسائل کے خاص نمبر اور حضرت مفتی صاحبؒ کے ملفوظات وغیرہ۔

اردو ترجمہ، نیز مترجمین اور ترجمہ کے پس منظر کا ذکر کیا گیا تھا، مگر معلوم نہیں کہ ناشر سے یہ تحریر ضائع ہوگئی یا کیا وجہ ہوئی بہرحال جب یہ کتاب چھپ کر آئی تو اس میں نہ تمہید تھی نہ مترجم کا نام، بلکہ مترجم و مؤلف مرتبہ وغیرہ کے بغیر صرف ''مولانا افتخار الحسن کاندھلوی'' لکھا ہوا تھا جس سے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے یا تصنیف، اور غالباً اصل مترجم یعنی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کو غالباً اس ترجمہ کی طباعت کی خبر نہیں ہوئی، اس لئے نہ اس ترجمہ کی شہرت ہوئی، نہ اس کا مفتی صاحب کی تالیفات و تراجم میں ذکر آیا، نہ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ برسوں کے بعد تین چار سال پہلے جب والد صاحب کے کاغذات میں سے اس کی اصل ہاتھ آئی تو مطبوعہ نسخہ کو اصل سے ملانے کا خیال ہوا، اس کا مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ ناشر نے ترجمہ میں جگہ جگہ ترمیم کی ہے، عبارت بدل دی ہے اور کمی زیادتی بھی کردی ہے، اس لئے خلاصۃ السیر کے اس ترجمہ کی صحیح طباعت کا قرض باقی تھا جس کو زیر نظر اشاعت کے ذریعہ ادا کرنے کی کوشش جاری ہے۔

یہاں یہ بھی عرض کردینا چاہئے کہ پیش نظر تقریباً ساٹھ سال پہلے ہوا تھا اسلئے اسکی زبان آج کل کی علمی تحریری زبان سے کچھ مختلف ہے مگر یقین ہے کہ زبان پر پرانے پن کا کچھ اثر ہونے کے باوجود اسکی افادیت وتاثیر انشاءاللہ بہت سی تازہ کتابوں اور مصنفات سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

راقم سطور نے اس ترجمہ کو حضرت مترجم کی تحریر کے مطابق رکھنے کی پوری کوشش کی ہے، مگر ترجمہ کے مسودہ میں کہیں کہیں روانی قلم میں کوئی حرف لکھنے سے رہ گیا تھا اس کو مکمل کردیا ہے اور بہت ضروری ہوا تو چند مقامات پر ایک دو حرف یا فقرہ بڑھایا ہے مگر اس کو قوس ( ) سے واضح کردیا ہے اس کے علاوہ کتاب کی فصل نمبر چار، نمبر چھ کی جگہ صرف عدد ۴، ۶، ڈالدئے ہیں اور فصل کے عنوانات کو بھی کسی قدر مختصر کردیا ہے۔

خیال آیا تھا کہ خلاصۃ السیر کا عربی نسخہ بھی اس ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے مگر اول تو عربی نسخہ سے استفادہ کرنے والے کم ہیں، دوسرے اردو ترجمہ کی ضخامت میں دو تہائی کے قریب اضافہ ہو جاتا، اس لئے اس وقت صرف ترجمہ شائع کیا جارہا ہے متن انشاءاللہ بعد میں کسی وقت علیحدہ طبع ہوگا۔

امید ہے کہ قارئین کرام اس مبارک اور قابل قدر تحفہ سے مسرور و شادماں ہوں گے اور اس کے

مصنفؒ، حضرت مترجمؒ میرے والد ماجد مدظلہ اور ناچیز ناشر کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل فرماتے رہیں گے۔

نور الحسن راشد کاندھلوی

[سیرت خیر البشر ص ۹۔۱۴ مطبوعہ مکتبہ نور کاندھلہ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ اپریل ۲۰۰۱ء]

عرض مراجع

بسم الله الرحمن الرحیم

الحَمدُ للّٰہ رب العالمینَ ، والصلاۃُ والسَّلامُ علی النبیِّ الأمین

سیدنا محمد وعلی آله وصَحبه أجمعین .

رب کریم نے انسان کوتاج کرامت پہنا کر عالمین کا مخدوم بنایا، اوراس کی ھدایت کے لئے قدسی صفات پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، اور سب سے آخر میں خاتم النبیین والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا، انبیاء علیھم السلام دنیا کو نیک تعلیم اور ھدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے جگہ جگہ اپنے نقش قدم چھوڑ گئے، آج دنیا میں کہیں بھی نیکی کی روشنی یا اچھائی کا نور ہے، تو وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت اور پکار کا اثر ہے۔

لیکن کیونکہ انبیاء سابقین محدود زمانہ اور متعین قوموں کے لئے بھیجے گئے تھے، اس لئے ان کی سیرتوں کو دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہیں تھی، صرف محمد رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کی قوموں اور قیامت تک آنے والوں کے لئے نمونۂ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے، اس لئے آپؐ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل اور دائمی اور ہمیشہ محفوظ رہنے کی ضرورت تھی، بیشک آج سوائے آپؐ کی حیات طیبہ کے کوئی شخصیت ایسی نہیں، جس کی حیات وتعلیمات ہم تک محفوظ و مستند طریقہ پر پہنچی ہو۔

سیرت محمدی کے تحفظ کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے جو عجیب وغیر معمولی انتظام ہوا، اور جو حضور ﷺ کی زندگی سے ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ذریعہ شروع ہو چکا تھا، وہ بجائے خود پیغمبر اسلام کی ابدی نبوت کا ایک زندہ معجزہ ہے، پھر صحابۂ کرام نے سیرت کا یہ سرمایہ تابعین کے سپرد کیا۔

تابعین کے دور سے علوم اسلامیہ کی تدوین کا عام رواج ہوا، اور سیرت کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مرتب کرنے کا سہرا مشہور تابعی محمد ابن شہاب الزہری (وفات ۱۲۴ھ) کو حاصل ہوا، اس کے بعد تو سیرت نے ایک ایسے مقدس فن کی حیثیت اختیار کر لی، کہ شاید ہی کوئی ممتاز مصنف ہو، اور اس نے اس

موضوع پر قلم نہ اٹھایا ہو [خطبات مدراس، خطبات بنگلور دوم]۔

سیرت کے وسیع تر خزانہ میں جہاں بڑی کتابیں ہیں، وہیں مختصر رسائل بھی ہیں، ان میں ایک صغیر الحجم لیکن نہایت عمدہ رسالہ (خلاصۃ سیر سید البشر ﷺ) ہے، جس کا یہ نفیس ترجمہ: ترجمۂ محمودیہ (سیرت سید البشر) پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، آئندہ سطور میں مصنف، کتاب، اور ترجمہ کے تعارف کے لئے ایک تفصیلی مضمون پیش کیا جارہا ہے، امید ہے کہ قارئین مستفیض ہونگے۔

طبری خاندان اور طبرستان

طبری خاندان

مکہ معظّمہ کی مبارک سرزمین میں بسے ہوئے علمی خانوادوں میں، ایک حسینی النسب سادات کا خاندان (بیت الطبری، یا بنو الطبری، یا الطبریون) اپنی شرافتِ نسبی، اور دینی خدمات کی وجہ سے معروف ومشہور تھا۔

اس خانوادۂ عالی مرتبت کے افراد اور شخصیات نے اپنی دینی وعلمی خدمات سے، اس مبارک سرزمین کو چھ صدیوں تک (۶۰۰ھ تا ۱۲۰۰ھ) شاد وآباد کیا۔ اس خاندان میں سے بڑی تعداد میں، بلند پایہ محدث، فقیہ، مفتی، قاضی، اور خطیب پیدا ہوئے، حتی کہ اس گھرانے کی عورتیں تک علم وعمل اور زھد وتقوی وسخاوت میں ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔

طبری خاندان کے افراد کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ تاريخ بني الطبري ۔ تالیف عائشہ بنت عبداللہ بن محبّ الدین احمد بن عبداللہ طبریہ متوفاۃ تقریباً سنہ ۷۶۰ھ۔

۲۔ التبيين في تراجم الطبريين۔ تالیف نجم الدین عمر بن فہد مکی متوفی سنہ ۸۸۵ھ۔

۳۔ القول المؤتلف في نسبة البيوت الخمسة الى الشرف ۔ تالیف مؤلف سابق۔

۴۔ إنبـاء البـرية بـالأنباء الطبرية ۔ تالیف عبدالقادر بن محمد بن یحییٰ طبری مکی متوفی سنہ ۱۰۳۳ھ [التاریخ والمؤرخون بمکہ ص ۵۳]۔

طبری خاندان کا آبائی وطن ،مشرقی بلادِ عجم کا مردُم خیز علاقہ (طبرستان) ہے، جس کی طرف منسوب ہوکراس خاندان کے افراد (طبری) سے معروف ہیں، اندازہ یہ ہے کہ فتوحاتِ اسلامیہ کے کسی زمانہ میں حسینی خاندان کے بعض افراد یہاں آ کر بسے ہوں گے۔

طبرستان کا محل وقوع

طبرستان کا علاقہ، حالیہ جمہوریۂ ایران کے شمالی حصہ میں واقع ہے،ایران کی شمالی سرحد پر (قزوین) نامی ایک مشہور دریا ہے،اس دریا کے جنوبی سمت میں (اَلبُرز) نامی ایک بلندترین پہاڑی سلسلہ ہے، جو مشرق سے مغرب تک تقریبا ۹۸۰ کلومیٹر کی لمبائی میں پھیلا ہوا ہے،اسی پہاڑی سلسلہ اور اس کے اطراف کی سرزمین پر، زمانۂ قدیم میں (طبرستان) کا اطلاق ہوتا تھا [بلدان الخلافۃ الشرقیۃ ص ۴۰۹ ، المنجد ص ۶۲]۔

طبرستان کی وجہ تسمیہ میں دوقول ہیں:

۱۔ (طبر) اصل میں (تبر) ہے، یعنی کلہاڑی، اور (ستان) یعنی جگہ یا زمین، یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ) ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں کہ: اس علاقہ کے لوگ بیحد جنگجو ہیں ،اور وہ ہتھیار کے طور پر بکثرت کلہاڑیاں استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہر شخص امیر ہو یا فقیر، اس کے ہاتھ میں یہ آلہ دکھائی دے گا، تو اس آلہ کی کثرت کی وجہ سے اس علاقہ پر (طبرستان) کا اطلاق ہوا [معجم البلدان ۴ / ۱۴]۔

۲۔ (طبر) کا معنی: پہاڑ ہے، تو طبرستان کا مطلب ہوا: بلند زمین ، اس لئے کہ اس علاقہ کا اکثر حصہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے [بلدان الخلافۃ ص ۴۰۹]۔ اگر بغور دیکھا جائے، تو ان دونوں وجوہ تسمیہ میں کوئی تضاد نہیں ہے، اور دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔

طبرستان کا صدر مقام قصبۂ (آمُل) تھا، یا کسی زمانہ میں (ساریہ) تھا، پھر ساتویں صدی ہجری کے بعد کسی وجہ سے، طبرستان کا علاقہ (مازندران) سے مشہور ہوا [معجم البلدان ۴/ ۱۴-۱۵]۔

یاقوت حموی نے "معجم البلدان" میں، اور گی لی سٹرنگ (guy le strange متوفی ۱۹۳۳ء) نے "بلدان الخلافہ الشرقیہ" میں، طبرستان کے متعلق بہت کچھ تاریخی جغرافیائی اور موسمی تفصیلات لکھی ہیں، جن کا تذکرہ یہاں پر موجبِ طوالت ہوگا [معجم البلدان ۴/ ۱۴-۱۸، بلدان الخلافہ ص ۴۰۹-۴۱۷]۔

طبری خاندان کے جدّ امجد کی ہجرت

سطور بالا میں گذر چکا کہ، ساداتِ حسینی کے بعض افراد طبرستان آکر مقیم ہوئے تھے، پھر تقریباً سنہ ۵۷۰ھ میں اُن میں سے : رضی الدین ابوبکر بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر بن علی بن فارس حسینی (وفات بعد ۵۹۲ھ) طبرستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ وارد ہوئے، اور اسی کو اپنا وطنِ دائمی بنالیا، اور مکہ مکرمہ کا طبری خاندان نسلاً انہی کی اولاد میں سے ہے ۔

[تاج العروس (طبر)، مقدمۂ القریٰ ص ۱۹، اور مقدمۂ خلاصہ (رفاعی) ص ۷]۔

رضی الدین مذکور کی سات اولاد ہوئیں: محمد، احمد، علی، ابراھیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اور یہ سب اپنے زمانہ کے علماء اور فضلاء میں شمار ہوتے تھے۔ اور محمد بن رضی الدین (وفات تقریباً ۶۰۵ھ) "خلاصۃ السیر" کے مصنف علامہ محب الدین طبری کے دادا ہیں۔

[مقدمۂ القریٰ ص ۱۹، اور مقدمۂ خلاصہ (رفاعی) ص ۷]۔

علامہ محبّ الدین احمد طبری مکی حسینی

نسب

محدث کبیر وفقیہ جلیل، خطیب وشاعر ومفتی وقاضی محبّ الدین احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر بن علی بن فارس بن یوسف بن ابراھیم بن محمد بن علی بن عبدالواحد بن موسیٰ بن ابراھیم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی الرضا بن الامام حسین السبط بن خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابی طالب، رضوان اللہ علیہم اجمعین [مقدمۂ القریٰ ص ۱۸ ،خلاصۃ الاثر ۲ /۴۵۷]۔

ولادت، تحصیل علم، اور علمی مقام

آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں سنہ ۶۱۴ھ یا ۶۱۵ھ میں ہوئی [العقد الثمین ۳/ ۶۷] اور وہیں پر آپ نے اپنے زمانہ کے نامور شیوخ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور مدارج علوم وفنون میں ترقی پاکر، اپنے زمانہ کے فردِ فرید بنے، آپ کو تمام علوم وفنون پر عبور تھا، بالخصوص فن حدیث وفقہ میں تو آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی، آپ کے علمی مقام کی عظمت کا اعتراف، آپ کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے، بہت وقیع الفاظ والقابِ علیہ سے کیا، یہاں پر اُن اعترافات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن مَسدی محمد بن یوسف (متوفی ۶۶۳ ھ) موصوف کے بارے میں کہتے ہیں: "الامام الأجلُّ العالِم قُطْبُ الشريعة" [العقد الثمین ۳ / ۶۵]۔

امام القاسم بن محمد برزالی (متوفی ۷۳۹ ھ) نے محبّ الدین طبری کے متعلق کہا: "شیخ الحِجَاز والیَمَن" [مصدر سابق ۳ / ۶۵]۔

آپ کے شاگرد علامہ امام ذھبی (متوفی ۷۴۸ ھ) نے خراج عقیدت اس طرح پیش کیا: "شيخ الحرم، الفقيه الزاهد المحدّث" ایک جگہ یوں لکھا: "وكان شيخَ الشافعية، ومحدّثَ الحجاز" [تذکرۃ الحفاظ ۴ /۱۴۷۴، اور العقد ۳ / ۶۶]۔

امام صلاح الدین خلیل علائی (متوفی ۷۶۱ ھ) کے وقیع الفاظ یہ ہیں: ''ما اخرجتْ مكةُ بعدَ الشافعي، مثلَ محب الدين الطبري'' [العقد ۳ / ۶۶]۔

امام تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ ھ) نے اپنی کتاب ''طبقات الشافعیہ الکبری'' میں، آپ کو ان القاب علمیہ سے نوازا: '' شيخُ الحرم و حافظُ الحجاز بلا مُدافَعَة'' [طبقات ۸ / ۱۸]۔

امام تقی الدین فاسی مکی (متوفی ۸۳۲ ھ) ''العقد الثمین'' میں رقم طراز ہیں: ''وقد أثنىٰ علىٰ المحب الطبري غيرُ واحد من الأعيان، وترجَموهُ بتراجمَ عظيمه، وهو جَدير بها'' [العقد ۳ / ۶۵]۔

عصر حاضر کے مصنفین میں سے ڈاکٹر محمد الحبیب الہیلہ اپنی بے مثال تصنیف ''التاریخ والمؤرخون بمکہ'' میں علامہ محبّ الدین طبری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: '' يُعَدُّ المُحبّ الطبريُّ مِن أبرز عُلماء الطبريين، فقد أسّس مَجدَهم العلميّ، ووَضَع لهم ركائزَ الشهرة بعلمه الغَزير وسُلوكه المثالي وتآليفه الكبيرةِ الثرية في مختلَف الاختصاصات'' [التاریخ والمؤرخون ص۵۳۔۵۴]۔

تصانیف کی تعداد

علامہ محبّ الدین طبری کی مختلف علوم وفنون میں شاہکار تصانیف بھی، آپ کے علمی مقام کی ترجمانی کرتی ہیں، امام تقی الدین فاسی نے ''العقد الثمین'' میں ان تصانیف کی مفصل فہرست دی ہے [العقد ۳/ ۶۳۔۶۴] اور اسماعیل باشا (متوفی ۱۳۳۹ھ) نے ''ھدیہ العارفین'' میں چند کتابوں کا مزید اضافہ کیا ہے ، [ھدیہ ۱۰۱]، ان دونوں کی فہرست کے مطابق، علامہ محبّ الدین طبری تقریبا (۵۰) کتابوں کے مصنف ہیں، بظاہر تو یہ تصانیف تعداد میں زیادہ نہیں ہیں، لیکن جیسا کہ مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی زید مجدھم نے بجا تحریر فرمایا کہ: '' ہر ایک کتاب اپنے اپنے موضوع پر ایک سرمایہ اور باوقار اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے'' [سیرت خیر البشر ص۹]۔

چند مشہور تصانیف

۱۔ (الاحکام الکبریٰ) آپ کی علمی یادگاروں میں اس کتاب کا ایک خاص مقام ہے، حتی کہ امام ذھبی نے آپ کے تعارف کے لئے ''مصنف الاحکام'' کے الفاظ پر اکتفاء کیا [تذکرۃ الحفاظ ۴ / ۱۴۷۴]۔

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ ھ) اپنی کتاب ''البدایہ'' میں لکھتے ہیں: '' وصنّف فـي فنون كثيرة ، من ذلك كتاب (الأحكام) في مجلدات كثيرة مفيدة'' [البدایہ ۱۳ / ۲۵۹]۔

امام تقی الدین سبکی ''طبقات الشافعیہ'' میں فرماتے ہیں: '' وصنّف التصانيفَ الجيدةَ ، منها في الحديث (الأحكام) الكتاب المشهور المبسوط، دل على فضل كثير'' [طبقات ۸ / ۱۹]۔

''الاحکام الکبریٰ'' احادیث فقہیہ کا ایک جامع وضخیم ذخیرہ ہے، جسے علامہ طبری نے چھ یا آٹھ جلدوں میں بڑی عرق ریزی سے جمع کیا ہے، اور مزید یہ کہ اُس کی روایات پر حدیثی اور فقہی کلام بھی کیا ہے، یہ گراں قدر ذخیرہ '' غایۃ الاحکام'' کے نام سے، بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ کی دیگر مشہور تصانیف درج ذیل ہیں :

۲۔ القِرىٰ لقاصد أم القُرىٰ یہ مناسک حج کی احادیث کا ضخیم مجموعہ ہے۔

۳۔ شرح التنبيه فقہ شافعی پر قابل قدر کتاب ہے۔

۴۔ صفوة القِرىٰ في صفة حَجّة المصطفىٰ وطَوفه بأم القُرىٰ یہ حجۃ الوداع کی مفصل روداد ہے، اور اس کا حوالہ مصنف نے ''خلاصۃ السیر'' میں بھی دیا ہے [دیکھوص ۸۸] ۔

۵۔ الرياض النضِرة في مَناقب العشَرة۔

۶۔ ذخائر العُقبىٰ في مَناقب ذوي القُربىٰ۔

۷۔ السّمط الثمين في مَناقب أُمهات المؤمنين۔

مذکورہ تینوں کتابیں تاریخ وسیرتِ صحابۂ کرام پر بہت جامع اور محرر کتابیں ہیں۔

۸۔ خُلاصَة سِيَـر سيّـد البشَر ﷺ ، اسی کتاب کا ترجمہ بنام (سیرت سید البشر) زیر نظر ہے، جس کا تفصیلی جائزہ آئندہ آرہا ہے۔

ذوقِ شعری

علاوہ ازیں علامہ محب الدین طبری کو شاعری کا بھی بہترین ملکہ حاصل تھا، اور آپ کا منظوم کلام ''دیوان'' کی شکل میں جمع بھی کیا گیا، آپ کے جید اشعار کے چند نمونے ''العقد الثمین'' میں مذکور ہیں۔ آپ نے (۱۶۰) ابیاتِ شعریہ پر مشتمل ایک طویل نظم بھی کہی ہے، جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مابین واقع تمام اماکن ومواقع کا ذکر کیا ہے [العقد ۳ / ۶۸-۷۲، اور البدایہ ۱۳/ ۲۵۹]۔

وفات

آپ نے زندگی کے لمحات کو دین وعلم کی خدمت میں صرف فرما کر ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۶۹۴ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، تغمدہ اللہ برضوانہ [العقد ۳ / ۶۶]۔

اولاد

۱۔ قاضی مکہ مکرمہ جمال الدین، محمد بن محب الدین احمد طبری (متوفی ۶۹۴ھ)۔

۲۔ خطیب حرم مکی تقی الدین، عبداللہ بن محب الدین طبری (متوفی ۷۰۴ھ)۔

۳۔ فاطمہ اولی (؟)۔

۴۔ فاطمہ ام الحسن (متوفاۃ بعد ۷۱۰ھ)۔

۵۔ زینب (؟)۔

۶۔ مریم (متوفاۃ بعد ۷۱۲ھ)۔

۷۔ ام عبداللطیف (متوفاۃ ماقبل ۷۴۹ھ)۔ [العقد الثمین اور الدر الکمین ذیل العقد]

خلاصۃ سیر سید البشر ﷺ

خلاصۃ السیر کی اہمیت

اگر سیرتِ پاک کی مختصر و جامع کتابوں کا کوئی انتخاب کیا جائے ،تو غالباً اس میں ساتویں صدی ہجری کے عالم اور مصنف علامہ محبّ الدین طبری کی (خلاصۃ السیر) کا ذکر ضرور آئے گا، اگر چہ یہ کتاب سیرتِ پاک کی بنیادی اور اہم ترین کتابوں میں شامل نہیں ،لیکن اس کے مصنف کی قدر و منزلت ،اور کتاب کی جامعیت واختصار اور حسن تعبیر کی وجہ سے ،اس کو ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا [سیرت خیر البشر ص ۹-۱۱]۔

خلاصۃ السیر کی مقبولیت

یہ کتاب مصنف کی زندگی میں ہی خاصی مقبول ہوگئی تھی ،اور بعد کے دور میں بھی سیرت نگاروں کا مأخذ رہی ،اس مقبولیت کے چند پہلو یہ ہیں :

۱۔ خلاصۃ السیر کی مجالس علمیہ میں سماعت : اس کی تالیف کے بعد ،مؤلف علامہ طبری سے کئی اھل علم نے سنی اور ان سے اس کی روایت کی ، اُن میں ایک مشہور محدث رضی الدین ابراھیم طبری مکی ، (متوفی ۷۲۲ھ) ہیں ،اور دوسرے ابوزکریا یحیی بن زکریا حورانی (متوفی ؟) ہیں، اور ان دونوں سے اس کتاب کی سند خوب پھیلی۔

محدث رضی الدین طبری نے تو باقاعدہ اس کتاب کو اپنی مجالس علمیہ میں پڑھنے اور سننے سنانے کا اہتمام کیا ،تاریخ نے اُن خوش نصیب حاضرین میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے ،اور جو مندرجہ ذیل ہیں :

✿ مشہور محدث اور سیاح علامہ محمد بن جابر اندلسی وادی آشی (متوفی ۷۴۹ھ) نے اس کتاب کی سماعت وروایت کا تذکرہ اپنی کتاب ''برنامج'' میں اس طرح کیا ہے :

" كتابُ خُلاصة سِيَر سيد البشر ﷺ تأليف مُحب الدين أبي العبَاس أحمد بن عبدالله الطَّبري المكي، أكملتُها أولا قراءة وسماعاً على الشيخ رضي الدين أبي اسحاق ابراهيمَ الطبري تُجاه الكعبة المشرَّفة، ثم نسختُها من أصله وقابلتُها معه بالموضع قراءةً عليه، بحق قراء ته لها عليه تُجاه الكعبة المشرَّفة، عام ٦٦٤هج" [برنامج الوادی آشی ص ۲۱۹]

✿ اسی طرح سنہ ٦٩٦ھ میں امام رضی الدین مذکور سے ایک دوسرے محدث سیاح قاسم بن محمد تجیبی (متوفی ۷۳۰ھ) نے کعبہ معظمہ کے سامنے کئی مجالس میں اس کتاب کی سماعت مکمل کی [رحلۃ التجیبی ص ۳۹۲]۔

✿ مدینہ منورہ میں اس کتاب کی روایت امام محمد بن احمد بن عثمان شستری (متوفی ۷۸۵ھ) کے واسطے سے پھیلی، اور وہ اس کتاب کی روایت دو شیخ سے کرتے ہیں: شیخ رضی الدین اور ابوزکریا حورانی [التحفہ اللطیفہ ۲ / ۴۲۰]، علامہ سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) نے " التُّحفة اللَّطيفة في تاريخ المَدينة الشَّريفة" میں، امام شستری سے روایت کرنے والوں میں سے، بعض افراد کے نام ذکر کئے ہیں، وہ یہ ہیں:

- علی بن محمد بن موسیٰ مَحلی مدنی متوفی سنہ ۸۳۸ھ [التحفہ ۲ / ۲۹۹]۔
- عبدالعزیز بن عبدالسلام کازَرونی مدنی متوفی بعد سنہ ۸۱۸ھ [التحفہ ۲ / ۱۸۴]۔
- محمد بن عبدالسلام کازَرونی مدنی متوفی سنہ ۸۱۵ھ [التحفہ ۲ / ۵۲۲]۔
- زین الدین ابوبکر بن حسین مَراغی مدنی متوفی سنہ ۸۱۶ھ [التحفہ ۲ / ۴۲۰]۔

اس طرح سے اس مبارک کتاب کا مجالس علمیہ میں پڑھنا اور سننا، مصنف علیہ الرحمہ کی زندگی میں، اور وفات کے بعد تقریبا دو سو سال تک رہا، یہ سلسلۂ روایت بطریق قراءت وسماعت شاید مزید اور آگے نہیں بڑھا ہوگا، کیونکہ متأخرین کے یہاں قراءت وسماعت کا سلسلہ چند مشہور کتب حدیث تک محدود ہوکر رہ گیا، اور بقیہ مرویات کے بابت متأخرین کا اکثر تعامل اجازتِ عامہ پر ہوگیا، جس میں یہ کتاب بھی داخل

ہے۔

۲۔ سیرت نگاروں کا استفادہ : اس کتاب کی مقبولیت اس طرح بھی واضح ہوتی ہے کہ، سیرتِ مطہرہ کے متاخر مشہور مصنفین نے اس کتاب سے استفادہ کیا، اور اپنی کتابوں میں اس کتاب کا حوالہ بھی صراحتہً دیا، ان میں بعض یہ ہیں :

- علامہ امام شرف الدین عبدالمؤمن دمیاطی (متوفی ۷۰۵ ھ) اپنی کتاب ''المختصر فی السیرۃ'' میں۔
- علامہ امام تقی الدین عبدالرحیم عراقی (متوفی ۸۰۶ ھ) اپنی منظوم سیرت ''نظم الدرر'' میں۔
- علامہ امام عماد الدین یحیی بن ابی بکر عامری (متوفی ۸۹۳ھ) اپنی کتاب ''بہجۃ المحافل'' میں، اور اس میں لکھتے ہیں: '' من أجلّ التواريخ النبوية (السيرةُ الكبرىٰ) لمحمد بن اسحاق المُطّلبي، ثم (تهذيبها) لعبدالملك بن هشام، وأحسنُ مُختَصَر في ذلك (خُلاصةُ السير) للمُحبّ الطبريِ " [بہجہ ۱/ ۵۔۶]۔

- علامہ امام قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) اپنی کتاب ''المواہب اللدنیہ'' میں۔
- علامہ امام محمد بن یوسف صالحی شامی (متوفی ۹۴۲ھ) اپنی جامع کتاب ''سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' میں۔

- علامہ امام علی بن برہان الدین حلبی (متوفی ۹۷۵ھ) اپنی کتاب ''انسان العیون فی سیرۃ الأمین المأمون'' میں۔

- علامہ امام محمد بن ابی بکر الاشخر یمنی (متوفی ۹۹۱ھ) اپنی کتاب ''شرح بہجۃ المحافل'' میں۔
- علامہ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) اپنی کتاب ''شرح المواہب اللدنیہ'' میں۔
- علامہ امام محمد بن محمد ابن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ) کو تو ''خلاصۃ السیر'' اس قدر پسند آئی کہ، انہوں نے جب اپنی کتاب ''عُيون الأثر في فُنُون المَغازي والشَّمائل والسِّير'' کے اختصار کا ارادہ کیا، تو اسی ''خلاصۃ السیر'' کو لے کر اسی سے ایک مختصر رسالہ لکھا، اور اسے '' نُور العُيون في تلخيص سِيَر الأمين

المَأمون ''سے موسوم کیا، اگرچہ ابن سید الناس نے ''نور العیون'' کے مقدمہ میں اسے ''عیون الاثر'' کا مختصر بتایا ہے، لیکن اگر ''نور العیون'' کا موازنہ ''اصل کتاب یعنی ''عیون الاثر'' اور محبّ الدین طبری کی ''خلاصۃ السیر'' سے کیا جائے، تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے، کہ ''نور العیون'' ایک مختصر نقل ہے ''خلاصہ'' کی۔

۔ ''نور العیون'' کی جامعیت واختصار سے (جو کہ خلاصہ کا پرتو ہے) مغتبط ہوکر امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اس کو فارسی زبان میں منتقل کیا، اور اس کا نام ''سُرُور المَحزُون في ترجَمة العُیُون ''رکھا۔ پھر ''سرور المحزون'' کے کئی اردو تراجم معرض وجود میں آئے، مجھے ان میں سے تین ترجمے دستیاب ہوئے، وہ یہ ہیں:

۔ الذکر المیمون ترجمۂ سرور المحزون مترجم حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی متوفی سنہ ۱۳۶۲ھ۔

۔ ظہور المحزون ترجمۂ سرور المحزون مترجم مولانا منشی محمد عاقل الٰہ آبادی مدرس دار العلوم دیوبند۔

۔ سید المرسلین مؤلفہ عزیز ملک، پاکستان کے ایک ادیب۔

اور جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ ''نور العیون'' طبری کی ''خلاصہ'' سے مأخوذ ہے، اس لئے اس کے مذکورہ اردو تراجم سے، پیش نظر کتاب ''سیرت سید البشر'' کی تدقیق میں مجھے بہت مدد ملی، جس کی تفصیل آرہی ہے۔

۳۔ قلمی نسخوں کی بہتات : (خلاصۃ السیر) کی علماء کی محفلوں اور علمی حلقوں میں پذیرائی کے نتیجے میں، اس کی بکثرت نقلیں تیار کی گئیں، صرف ہندوستان ہی کے کتب خانوں میں بقول مولانا نور الحسن راشد صاحب کہ: بیس سے زائد نسخے اب بھی موجود ہیں [سیرت خیر البشر ص ۱۱]۔ اور عالم عرب میں تو قطعا اس سے زیادہ نسخے موجود ہوں گے، جس کا اندازہ مخطوطات کی فہارس سے ہوسکتا ہے۔

خلاصۃ السیر کے مصادر و مآخذ

مصنف کتاب علامہ محبّ الدین طبری نے، اپنے مآخذ کے بارے میں کوئی صراحت نہیں کی، ہاں صرف ان کی تعداد چھوٹی بڑی ملا کر کل بارہ بتائی ہے، لیکن ''خلاصہ'' کا ایک اہم قلمی نسخہ جس کے کاتب و ناسخ شیخ محمد بن احمد خطیب داریا شامی (متوفی ۸۱۰ھ) ہیں، انہوں نے اس نسخے کے حاشیہ پر ایک گراں قدر نوٹ لکھا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

'' عُمدةُ القاضي محب الدين في هذه السيرة (طبقات ابن سعد) و (دُرّةُ) الحافظ عبدالغني في سيرة النبي ﷺ، فانه جعلها منواله الذي نَسَج عليه، ومَن طالع سيرةَ عبدالغني عَرف حقيقةَ قولي، غيرَ أنه زاد في بعض المواضع المُهمة شيئاً يسيراً، ولقد أتىٰ في كثير من هذه السيرة بألفاظِ عبدالغني لم يَخرِم منها حرفا، ورأيتُ نسخة نُسبت الىٰ الحافظ عبدالغني، وهي مُحَشَّاةٌ بخط الطبري، وجميع تلك الحواشي بزيادات هي الموجودة في هذه السيرة، والله أعلم. وذلك أنه أخذ غالبَ سيرة الامام أبي الحُسَين بن فارس، فانه ساقَ غالبها مُغَيَّراً بعض التغيير، وغالبُ الزيادات التي أضيفت اليها، من سيرة ابن فارس ''. [دارالکتب المصریہ مخطوط نمبر ۲۳۱۷۷]۔

خطیب داریا کی یہ وضاحت جہاں ان کی ''خلاصہ'' سے گہری واقفیت پر دلالت کرتی ہے، وہاں اس کتاب کے بنیادی مآخذ کی نشاندہی بھی کرتی ہے، اور وہ یہ کہ اس کتاب کا اصلی خاکہ تین کتابوں سے تیار ہوا، وہ یہ ہیں:

۱۔ الطبقات الكبرىٰ مؤلفہ: محمد بن سعد متوفی سنہ ۲۰۳ھ۔

۲۔ أوجزُ السيَر لخير البَشر مؤلفہ: احمد بن فارس متوفی سنہ ۳۹۵ھ۔

۳۔ الدرة المُضية في السيرة النبوية مؤلفہ: حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی سنہ ۶۰۰ھ۔

✿ ابن سعد کی ''طبقات کبریٰ'' تو تمام مؤرخین سیرت کا اہم مأخذ ہے، جس سے صرف نظر ناممکن ہے۔

✿ ابن فارس کی ''اوجز السیر'' ایک مختصر سا رسالہ ہے، لیکن اس میں سیرت کے حوالے سے بعض نایاب معلومات ہیں، جن کے اقتباس کی وجہ سے ''خلاصۃ السیر'' کی مختصرات سیرت کے درمیان ایک امتیازی شان ہے، اُن نادر ونایاب معلومات میں سے دو اہم باتیں یہ ہیں :

۱۔ آپؐ کی مکی زندگی کے بعض اہم واقعات کی مفصل تواریخ، مثلاً:

۔آپؐ کی عمر مبارک آپ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے وقت :(۸) سال (۲) مہینے (۱۰) دن تھی۔

۔شام کی طرف آپؐ کے پہلے سفر کے وقت، آپ کی عمر مبارک :(۱۲) سال (۲) مہینے (۱۰) دن تھی۔

۔آپ کے چچا ابوطالب کی موت کے وقت آپ کی عمر مبارک: (۴۹) سال (۸) مہینے (۱۱) دن تھی۔

وغیرھا ...

اسی طرح مدنی زندگی میں بعض غزوات کی مفصل تواریخ، مثلاً:

۔غزوہ ودان کا واقعہ ہجرت سے (۱) سال (۲) مہینے (۱۰) دن کے بعد ہوا۔

۔دوسرا غزوہ پہلے غزوہ سے (۳) مہینے (۳) دن بعد ہوا۔

۔اس کے (۲۰) روز بعد تیسرا ہوا۔

اس طرح کی مفصل تواریخ مطولات سیرت میں بھی یک جا نہیں ملتی، جبکہ یہ تمام تواریخ ''اوجز السیر'' میں ہیں۔

۲۔ ''اوجز السیر'' کے نوادرات میں وہ خطبہ بھی ذکر کیا جا سکتا ہے، جو ابوطالب نے آپؐ کے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت پڑھا تھا، اور وہ ''خلاصۃ السیر'' میں وارد ہے [دیکھوص ۶۴]۔

حقیقت تو یہ ہے کہ شاید ہی ''اوجز السیر'' کی کوئی بات ''خلاصۃ'' میں شامل کرنے سے رہ گئی ہو۔

❁ رہی حافظ عبدالغنی مقدسی کی ''سیرت نبوی'' تو اس کے بارے میں سطور بالا میں خطیب داریا کی وضاحت گذر چکی، اور دونوں کتابوں کے مقابلہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے۔

بقیہ مآخذ

علامہ محب الدین طبری نے کتاب کے ضمن میں بھی بعض مصنفین کے نام ذکر کئے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ محمد بن اسحاق [سیرت سید البشر ص ۵۵، ۸۲، ۱۶۱]۔

۲۔ ابن فارس [مصدر سابق ص ۹۴]۔

۳۔ ابوسعد [ایضاً ص ۱۶۰، ۱۹۶]۔

۴۔ ابومعشر [ص ۸۲]۔

۵۔ موسیٰ بن عقبہ [ص ۸۲]۔

۶۔ ابن ماجہ [ص ۱۷۳]۔

۷۔ محب الدین طبری از خود [ص ۸۸]۔

۸۔ منذری [ص ۱۵۷]۔

۹۔ ابوعبید القاسم [ص ۱۹۵]۔

ان نو (۹) مصنفین میں سے صرف دو کی کتاب کا نام بھی صراحۃ ذکر کیا، وہ یہ ہیں:

- شرف المصطفیٰ ابوسعد نیسابوری کی۔
- حجۃ المصطفیٰ خود طبری کی۔

ابومعشر (۱۷۰ھ) موسیٰ بن عقبہ (۱۴۱ھ) ابن ماجہ (۲۷۳ھ) ان تینوں سے جو بات منقول ہے، وہ ''اوجز السیر'' یا ''سیرت'' عبدالغنی کے واسطے سے منقول ہے۔

محمد بن اسحاق (۱۵۱ھ) سے ان کی سیرت پر مشہور کتاب ''المُبتدأ والمَبعَث والمَغَازي'' سے اُخذ کیا ہے۔

ابن فارس کا نام مصنف نے یہاں فصل (اسمائے مبارک) میں لیا ہے، اور ان سے (قُثم) کا معنی نقل کیا ہے، اور یہ نقل ان کی کتاب ''المُنبِي عن أسماء النَّبي'' سے کیا ہے۔

حافظ عبدالعظیم منذری (۶۵۶ھ) کی کئی کتابیں ہیں، یہاں پر مصدر منقول عنہ معلوم نہیں ہوسکا۔

ابوعبید القاسم بن سلام (۲۲۴ھ) سے (قصواء) کا معنی منقول ہے، اور یہ ان کی مشہور تصنیف ''الغریبُ المُصَنَّف'' سے لیا گیا ہوگا۔

ابوسعد عبدالملک بن عثمان نیسابوری (۴۰۷ھ) کی ''شَرَفُ المُصطفیٰ'' ابھی ابھی چھپی ہے، اور اس میں بکثرت ضعیف وغریب روایات ہیں، طبری نے یہاں صرف دو بار صراحۃً اس کتاب سے اخذ کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ مواضع میں بھی اُس سے نقل کیا ہے، مثال کے طور پر:

۔آپ کا قباء کی طرف تشریف لے جاتے وقت، حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے ساتھ سوار کرنے کی پیش کش [سیرت سیدالبشر ص ۱۰۳، شرف المصطفیٰ ۴ / ۳۷۲]۔

۔ایک سفر کے دوران ایک بکری ذبح کرنے اور پکانے کی تجویز [سیرت سیدالبشر ص ۱۰۵، شرف ۴ / ۳۷۸]۔

ان کتابوں کے علاوہ اور تین کتابیں بھی محبّ الدین طبری کے مآخذ میں شامل ہیں :

۱۔ شمائل ترمذی (۲۷۹ھ) ۲۔ الاستیعاب، ابن عبدالبر (۴۶۳ھ) کی ۳۔ اور ''الذریہ الطاہرہ'' حافظ محمد بن احمد دولابی (متوفی ۳۱۰ھ) کی، اور آخرالذکر کا پتہ خود طبری کی کتاب ''ذخائر العُقبیٰ في مَنَاقب ذَوي القُربیٰ'' سے چلتا ہے، کہ اس میں اس کتاب سے بکثرت نقول موجود ہیں، جو ''خلاصۃ السیر'' کے نصوص کے مطابق ہیں، جن سے اتحادِ مصدر معلوم ہوتا ہے۔

الغرض یہ کہ ''خلاصہ'' کے تقریبا ۱۰ مصادر معلوم ہوگئے، اور وہ یہ ہیں :

۱۔ طبقات ابن سعد ۲۔ اوجز السیر اور ۳۔ المنبي عن اسماء النبي ابن فارس کی ۴۔ درہ

عبدالغنی مقدسی کی ۵۔ سیرت ابن اسحاق ۶۔ شمائل ترمذی ۷۔ شرف المصطفی ۸۔ منذری کی کوئی کتاب ۹۔ استیعاب ابن عبدالبر ۱۰۔ الذریہ الطاہرہ دولابی کی، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

خلاصۃ السیر کی اشاعتیں

''خلاصہ السیر'' یعنی اصل عربی کی چار اشاعتوں کا علم ہوسکا، وہ یہ ہیں :

۱۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں مصر سے۔

۲۔ سنہ ۱۳۴۳ھ میں مشہور محقق علامہ عبدالعزیز میمنی (۱۳۹۸ھ) کی تحقیق سے، دھلی سے۔

۳۔ سنہ ۱۴۱۸ھ میں ڈاکٹر طلال جمیل رفاعی کی تحقیق سے، مکتبہ نزار الباز، مکہ مکرمہ سے۔

۴۔ سنہ ۱۴۲۱ھ میں ڈاکٹر زھیر بن ابراھیم الخالد کی گراں قدر تحقیق و تفصیلی تحشیہ سے، وزارت اوقاف قطریہ سے۔

مندرجہ بالا اشاعتوں میں سے، پہلی دو کا تذکرہ مقدمہ ''سیرت خیر البشر'' مطبوعہ کاندھلہ سنہ ۱۴۲۲ھ میں وارد ہے [سیرت خیرالبشر ص ۱۲]۔

ترجمۂ محمودیہ

(سیرت سید البشر ﷺ)

خلاصۃ السیر کا پیش نظر ترجمہ، برصغیر کے نامور عالم مفتی اعظم ھند فقیہ الامت حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴۱۷ھ) کی علمی یادگار ہے، مفتی صاحب نے یہ ترجمہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی درخواست پر آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کیا تھا، مترجم صاحب کا اصل نسخہ حضرت مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ کے کتبخانہ میں محفوظ ہے، اس ترجمہ میں کتاب کی آخری پانچ فصلوں (۲۰ تا ۲۴) کا ترجمہ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے کیا ہے [سیرت خیرالبشر ص ۱۲-۱۳]۔

ترجمۂ محمودیہ کی پہلی اشاعت چمن بک ڈپو دہلی سے تقریباً سنہ ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) میں ہوئی، لیکن ناشر نے کتاب پر اصل مترجم کے نام کی جگہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا نام لکھ دیا تھا، اور عبارتِ کتاب میں تصرف بھی کیا تھا، اس لئے حضرت مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ نے دوبارہ اصل نسخہ سے مطابقت اور تصحیح فرما کر مکتبۂ نور کاندھلہ سے سنہ ۱۴۲۲ھ میں شائع کیا، فجزاہ اللہ کل خیر۔ اور یہی مکتبۂ نور کی اشاعت، پیشِ نگاہ اشاعت کا مأخذ اور مصدر ہے۔

ترجمۂ محمودیہ کا مفصل تعارف حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب زید مجدھم کے مقدمہ میں گزر چکا، مزید معلومات کے لئے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ پیشِ نظر ''سیرت سید البشر'' کی اشاعت کے بارے میں

اس اشاعت کو حتی الامکان بہتر شکل میں پیش کرنے کے لئے، مندرجہ ذیل کاوشیں کی گئیں :

۱۔ سطور بالا میں مذکورہ ''خلاصۃ السیر'' عربی کی اشاعتوں میں سے، تیسری اور چوتھی اشاعت سے، اس ترجمہ کی عبارت حرف بحرف ملائی گئی، اور اس مطابقت کے دوران تمام اختلافات، زیادات اور ملحوظات حاشیہ پر نوٹ کر لئے گئے۔

۲۔ اسی طرح ''خلاصہ'' کے بنیادی مآخذ میں سے، ابن فارس کی ''اوجز السیر'' اور عبد الغنی مقدسی کی ''دُرہ'' سے بھی مقابلہ کیا گیا۔

۳۔ مذکورہ مقابلوں سے حاصل شدہ اختلافات، زیادات اور ضروری ملحوظات کے نتیجہ میں، تین کام کئے گئے، اور وہ یہ ہیں:

اولا: تصحیح جہاں تصحیح کی ضرورت محسوس ہوئی، تو مذکورہ بالا مآخذ کی رہنمائی میں، اور سیرت نبویہ کے دیگر معتمد مصادر کی مراجعت کے بعد، ترجمہ میں تصحیح کر دی گئی۔

ثانیا: اضافہ ''خلاصۃ السیر'' عربی سے مقابلہ کے دوران، جو زیادات نوٹ کئے گئے، ان

کے بارے میں غور وخوض کے بعد یہ طے کیا گیا، کہ جو زیادات ''خلاصہ'' کے مطبوعہ نسخوں میں، اور اسی طرح ''خلاصہ'' کے بنیادی مآخذ میں مشترکہ طور پر پائے جاتے ہیں، ان زیادات کا یہاں پر ''ترجمۂ محمودیہ'' میں اضافہ کردیا گیا، اور جن زیادات کے بارے میں یہ اندازہ ہوا کہ یہ اختلاف نسخ ''خلاصہ'' کی وجہ سے ہیں، انہیں ترک کردیا گیا۔

اور اضافہ کرتے وقت اس کا بھی اہتمام کیا گیا، کہ جہاں ان مطلوبہ اضافات کا ترجمہ ''سرور المحزون'' کے ترجموں مل گیا، تو انہی مترجم عبارتوں کو منتخب کر کے یہاں بڑھادیا گیا۔

بعض توضیحی وتشریحی عبارات بھی بین الہلالین ( ) لکھی ہیں۔

ثالثاً: ترمیم ترجمۂ محمودیہ کی ''خلاصۃ السیر'' یعنی اصل عربی سے مطابقت کے دوران، ترجمہ کی بعض عبارتوں میں عدم مطابقت محسوس ہوئی، تو ان عبارتوں میں کافی تدقیق ومراجعۂ کتب سیرت، اور پس وپیش کے بعد، خفیف سی ترمیم کردی گئی، اور اس ترمیم میں بھی ''سرور المحزون'' کے تراجم سے مدد لی گئی۔

۴۔ مذکورہ بالا امور میں: اضافت اور ترمیم شدہ عبارات کو تو مابین قوسین معقوفین [ ] لکھنے کا التزام کیا گیا۔ البتہ تصحیح میں بجز چند مقامات کے اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا، کیونکہ بیشتر تصحیحات کا تعلق ناموں سے ہے، جن میں غلطی واضح تھی، اور بعض مسامحات کا مصدر اصل کتاب ہے۔

۵۔ تمام مشکل الفاظ اور خاص طور پر ناموں کو عربی رسم الخط اور تشکیل کے ساتھ لکھا گیا، تا کہ ہر شخص صحیح تلفظ کے ساتھ بآسانی پڑھ سکے۔

۶۔ جہاں تشریح وتوضیح کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں مختصر حواشی بھی لکھ دئے ہیں، بعض حواشی مطبوعۂ مکتبۂ نور کاندھلہ سے ماخوذ ہیں۔

۷۔ کامل استفادہ کی غرض سے، اس کتاب کے ساتھ اشاریہ فہرس بھی شامل کردی۔

رہا اس کتاب کا نقد داخلی، یعنی اس کے مندرجات کی مفصل تحقیق، مآخذ کی طرف حوالے، مصادر سیرت سے تطبیق کے وقت اُن کے مابین فروقات کا ادراج، اور کتاب میں وارد تمام حدیثی وتاریخی روایات

کی پرکھ، تو اس کام کے لئے تو طویل حواشی درکار تھے، جن کی یہ کتاب متحمل نہیں تھی۔

الغرض یہ کہ معیاری اشاعت اور تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، اور اس کے لئے جو خدمتیں ناگزیر تھیں، ان کو اپنے بساط کے موافق انجام دینے کی کوشش کی گئی، اور چونکہ اس کتاب کی نسبت آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے ہے، اس لئے اس کتاب کی خدمت میں اپنی حقیر کاوشوں کو اپنی سعادت تصور کیا۔

اس کتاب کی اشاعت پر راقم سطور حضرت مولانا ابراھیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم کا تہ دل سے شکر گذار ہے کہ میری حقیر کاوش کو بنظر تحسین دیکھ کر اپنے کلماتِ بابرکت سے حوصلہ افزائی فرمائی، فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔

اس کتاب کی کمپوزنگ میں مجھے مولانا مفتی محمد اشفاق سورتی صاحب زید لطفہ کا تعاون حاصل رہا، میں ان کا ممنون ہوں، اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی انہیں بہترین صلہ عطا فرمائے، آمین۔

اب یہ کتاب باری تعالی کی توفیق و مدد سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، امید ہے کہ ناظرین کرام سے خراج تحسین حاصل کر کے، ان کی دعاؤں کے لائق ہوگی۔

آخر میں پاک پروردگار سے دعا ہے کہ وہ میری خطاو نسیان سے درگزر فرما کر، اس خدمت کو شرف قبولیت بخشے، اور کتاب کو مفید خاص و عام بنا کر اصل مصنف و مترجم و ناشرین، اور اس گنہگار کے لئے بخشائش کا ذریعہ بنائے، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

وکتبہ

الراجی عفو ربہ الغفار

محمد طلحۃ بلال أحمد منیار

١٦جمادی الآخرۃ ١٤٢٦ھ مطابق ٢٤ جولائی ٢٠٠٥م

تألیف

علامہ امام محب الدین احمد بن عبداللہ حسینی طبری مکی شافعیؒ متوفی (۶۹۴ھ)

ترجمہ

فقیہ الأمت مفتی اعظم ھند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ متوفی (۱۴۱۷ھ)

تکمیل ترجمہ

حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ متوفی (۱۴۱۷ھ)

مراجعہ

محمد طلحہ بلال احمد منیار

بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحیم

الحَمدُ لِلّٰہ علیٰ نَوَالِہ ، وَلَہُ الشکرُ علیٰ واسِع أفضالِہ ،
وأفضلُ الصلاۃِ علیٰ النبیّ مُحمّدٍ وآلِہ ۔

تمھید : أمّا بعدُ یہ ایک مختصر رسالہ ہے ،جس میں نبی اکرم ﷺ کے متعلق اشیائے ذیل مذکور ہیں : نسب، ولادت، کچھ غزوات کے احوال، حج، عمرے، اسماء، صفات، بعض اخلاقِ کریمہ، معجزات، بیبیاں، بیٹے، بیٹیاں، چچا، پھوپھیاں، آزاد شُدہ غلام، خُدام، جہاد کے پہرے دار، قاصد(۱) منشی(۲) رفیق(۳) گھوڑے(۴) مویشی(۵) ہتھیار، اسباب وسامان(۶) وفات۔

(میں نے) نہایت عجلت اور عدیم الفُرصتی کی حالت میں اس کو تالیف کیا ہے ،اس کا ماخذ بارہ کتابیں ہیں، بعض بڑی ہیں، بعض چھوٹی ،اُنہی کا یہ اختصار وانتخاب ہے، اوراس کا نام '' خلاصۂ سیر النبی سید البشر ﷺ '' تجویز کیا ۔ اس میں چوبیس فصلیں ہیں :

---

(۱) پیغام پہنچانے والا، نمائندہ۔ (۲) خطوط لکھنے والا ۔ (۳) خاص ساتھی۔ (۴) جہاد وغیرہ کے لئے۔ (۵) اونٹنیاں اور بکریاں دودھ وغیرہ کے لئے۔ (۶) کپڑے وغیرہ۔

(فصل ۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک

أبُو الْقَاسِمِ مُحَمَّدُ ، بنُ عبدِ اللّٰهِ ، بنِ عبدِ المُطَّلِبِ ، بنِ هاشِمٍ ، بنِ عبدِ مَنَافِ، بنِ قُصَيِّ ، بنِ كِلَابِ ، بنِ مُرَّةَ ، بنِ كَعْبِ ، بنِ لُؤَيِّ ، بنِ غالِبِ ، بنِ فِهْرِ ، بنِ مالِكِ ، بنِ النَّضْرِ ، بنِ كِنَانَةَ ، بنِ خُزَيْمَةَ ، بنِ مُدْرِكَةَ ، بنِ اِلْيَاسَ ، بنِ مُضَرَ ، بنِ نِزَارِ ، بنِ مَعَدِّ ، بنِ عَدْنَانَ ۔

بنِ أُدِّ ، بنِ أُدَدَ ، بنِ مُقَوّمِ ، بنِ نَاحُورَ ، بنِ تَيْرَحَ ، بنِ يَعْرُبَ ، بنِ يَشْجُبَ ، بنِ نَابِتِ ، بنِ اِسماعيلَ ، بنِ اِبراهيمَ خليلِ الرحمٰن (عليهما السلام) بنِ تارَحَ (آزر) بنِ ناحُورَ ، بنِ شارُوخَ ، بنِ رَاعُو ، بنِ فالَخَ ، بنِ عَابَرَ بنِ شالَخَ ، بنِ أرْفَخْشَذَ ، بنِ سَامِ ، بنِ نُوحِ ، بنِ لَامَكَ ، بنِ مَتُّوشَلَخَ ، بنِ أخْنُوخَ إدْرِيسَ النبيّ عليه السلام ۔ یہ اولادِ آدم علیہ السلام میں سے پہلے شخص ہیں، جن کو نبوت عطا فرمائی اور جن کو علم الخط ''قلم سے لکھنا'' تعلیم کیا گیا ۔ بنِ يَرْدَ ، بنِ مَهْلَيلَ ، بنِ قَيْنَنَ ، بنِ يَانَشَ ، بنِ شِيْثِ ، بنِ آدمَ (عليهما السلام) ۔

اس سلسلۂ نسب میں عدنان تک تو سب کا اتفاق ہے، اس سے اوپر کے

بعض ناموں میں کچھ اختلاف ہوا ہے ، لیکن اِس پر سب متفق ہیں کہ آپ کا نسبِ مبارک حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔

فہر بن مالک کا لقب قُرَیش ہے، قریش اولادِ نضر کو کہتے ہیں، بعض کا قول ہے کہ: اولادِ فہر کو کہتے ہیں، بعض کی رائے اس سے بھی علیحدہ ہے۔ قولِ اول زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام ونسب : آمنَةُ بنتُ وَهْبِ ، بنِ عَبْدِمَنَاف ، بنِ زُهْرَةَ ، بنِ كِلَابِ ، بنِ مُرَّةَ ، بنِ كَعْبِ ، بنِ لُؤَيّ ۔

مروی ہے کہ وہ انتقال کے بعد حضور ﷺ پر ایمان لائیں، اس روایت کی سند یہ ہے: أخبرَنا بِذلِكَ الشيخُ الصَّالحُ أبو الحَسَنِ علـيُّ بنُ أبي عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ المُقَيَّرِ قِرَاءَةً عليه بالمسجد الحَرامِ وأنَا أسْمَعُ ، سنةَ ستٍ وثلاثينَ وستِّمِئة (٦٣٦ھ) قال: أخْبَرَنَا الشيخُ الحافظُ أبو الفَضْلِ محمدُ بنُ ناصِرِ السَّلَامي إجازةً ، قال : أخبرنا أبو مَنْصُورمحمدُ [بنُ أحمَدَ] بنِ عليّ بنِ عبد الرزاق الحافظُ الزاهدُ ، قال : أخبَرَنَا القاضي أبوبكرٍ محمدُ بنُ عُمَرَ بنِ الأَخْضَرِ ، حدثنا أبو غَزِيَّةَ محمدُ بن يَحيىٰ الزُّهْرِي ، حدثنا عبدُ الوَهّابِ بن مُوسىٰ الزُّهْرِي ، عن عبد الرَّحمٰن بن أبي الزِّنَادِ ، عن هِشَام بن عُروَة ، عن أبيه ، عن عائشةَ رضي الله عنها :" أن النبيَّ ﷺ نَزَلَ الحَجُونَ

كَئيباً حَزِيناً ، فأقامَ بِهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ عزّ وَجلّ ، ثُمّ رَجَعَ مَسْرُوراً قال: سَألتُ رَبّي عزّ وَجلّ فأحْيَىٰ لي أُمّي فآمَنَتْ بِي ثمّ رَدّهَا" ،

یعنی نبی اکرم ﷺ قبرستانِ "حَجُون"(۱) میں تشریف لائے، غمگین، شکستہ خاطر، کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے رہے، پھر مسرور ہوکر واپس ہوئے، ارشاد فرمایا کہ: "میں نے اپنے پروردگارِ بزرگ وبرتر سے سوال کیا تھا، اس نے میری والدہ کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں پھر ان کو واپس لوٹا دیا" (۲)۔

(فصل ۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

حضور ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ میں عَامُ الفِيْل (۳) میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ: عام الفیل سے تیس سال بعد، بعض کا قول ہے کہ: چالیس سال بعد

(۱) حَجُون: اس جگہ کا نام ہے جہاں پر مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان: جنت المعلیٰ واقع ہے۔ (۲) مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے، محدثین کے اس روایت پر شبہات ہیں، اس حدیث کی اسانید بہت کمزور ہیں، اس لئے اس کو بعض نے منکر اور بعض نے موضوع بھی کہہ دیا ہے۔ ایک وجہ اس کمزوری کی یہ بھی ہے کہ: مؤرخین کے مشہور قول کے مطابق حضور کی والدہ کا مزار مکہ اور مدینہ کے درمیان (ابواء) میں ہے، اور یہاں قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں اس کا تذکرہ ہے!

(۳) یعنی جس سال کہ ہاتھیوں کے لشکر نے خانۂ کعبہ پر چڑھائی کی تھی سنہ ۵۷۱ء۔

ہوئی، قولِ اول اصح ہے۔

پیر کا دن تھا، ربیع الاول کی دو راتیں گذر چکی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ: آٹھ راتیں گذر چکی تھیں، بہت سے علماء نے اِس قول کو صحیح قرار دیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ: بارہ راتیں گذری تھیں، ابن اسحاق نے اِس کے علاوہ کوئی قول نقل نہیں کیا، ایک قول یہ ہے کہ: شروع کے دو قولوں میں دائر ہے بلا تعیین، بعض کا قول ہے کہ: رمضان المبارک کی بارہ راتیں گذرنے پر ولادت ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو ایامِ تَشرِیق (۱) میں شِعْبِ ابی طالب میں جمرۂ وسطیٰ کے قریب استقرارِ حمل ہوا، اور شبِ ولادت میں (عجائبات کا ظہور ہوا مثلا) کسریٰ (۲) کے عالیشان محل میں زلزلہ پیدا ہوا، جس سے چودہ کنگورے (۳) گر گئے، اور (آتش کدۂ) فارس کی آگ بجھ گئی جو کہ ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی (۴) اور بحیرۂ ساوہ (۵) کا پانی خشک ہو گیا جس سے شاہِ فارس کا دل دَہل گیا (۶)۔

---

(۱) ایامِ تشریق یہ ہیں: ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ۔ (۲) شاہِ فارس نوشیرواں۔ (۳) کنگورا: طاقچہ یا بالکنی۔
(۴) برابر روشن رہتی تھی۔ (۵) ساوہ: ایران کے مشہور شہر (رے) کے قریب ایک شہر تھا، بُحیرہ: جھیل یا تالاب۔ (٦) خوفزدہ ہو گیا۔

(فصل ۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ احوال

آپ ؐ کی رَضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کا قصہ : جب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ کو آپ کے دادا عبد المطلب کی گود میں دیا گیا، انھوں نے بنی سعد بن بکر کی ایک عورت سے آپ کو دودھ پلوایا، جس کا نام حَلِيْمَه بنتِ أبي ذُؤَيْب سَعْدِيَّه تھا۔

اُن سے نقل ہے وہ کہتی ہیں کہ: جب میں نے آپ کو گود میں لیا تو میری دونوں چھاتیاں دودھ سے پُر ہوکر آپ کی طرف جھک گئیں، تو آپ نے سیر ہوکر دودھ پیا، اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی سیر ہوکر دودھ پیا، اور دونوں سو گئے، اور آپ کا وہ رضاعی بھائی اس سے پہلے نہیں سوتا تھا، نہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا جس سے وہ سیر ہو سکے، اور ہماری ایک پرانی اونٹنی تھی اس کے بھی ایسا دودھ نہیں تھا جس سے اس کی غذا کا کچھ کام چل سکے، میرے شوہر آئے اور اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے پُر تھے، انھوں نے اس کا دودھ دوہا، جس کو ہم دونوں میاں بیوی نے سیر ہو کر پیا، اور بڑی راحت سے رات گذاری۔

اور جب ہم نے اپنی بستی کی طرف واپسی کا ارادہ کیا، اور میں آپؐ کو لئے ہوئے اپنی گدھی پر سوار ہوئی، تو بخدا! وہ اتنی تیز چلی کہ تمام ہمراہیوں کے گدھے پیچھے رہ گئے، اور میری ہم پیشہ عورتیں کہنے لگیں کہ: اے ابی ذُوَیب کی بیٹی ہم پر رحم کر[1] کیا یہ تیری گدھی وہی نہیں ہے جس پر تو اپنی بستی سے چلی تھی؟ میں نے کہا کہ: ہاں بخدا! یہ وہی ہے، وہ کہنے لگیں کہ: بخدا! اِس کی تو حالت عجیب ہے، اس سے پہلے تمام قافلے والے اس کے ضعف و لاغِری کی وجہ سے عاجز آگئے تھے، کہ یہ ساتھ نہیں لگ سکتی تھی، پیچھے رہی جاتی تھی۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ: ہم اپنی منازل میں جا پہنچے، اور جہاں تک میرا علم ہے، ہماری زمین اللہ کی تمام زمینوں سے زیادہ خشک اور قحط زَدہ تھی، اور جب ہم آپ کو لے کر پہنچے ہیں تو میری بکریاں شام کو سیر ہو کر مکان آیا کرتی تھیں، ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے، اور کسی کی بکریوں کے ایک قطرہ بھی دودھ کا نہیں ہوتا تھا، حتی کہ ہماری قوم نے اپنے چرواہوں سے کہا[2] کہ: جہاں حلیمہ کی بکریاں چَرتی ہیں تم بھی وہیں چَرایا کرو۔

---

(۱) یعنی: اتنی تیز نہ چل، ہم سب پیچھے رہ گئے۔ (۲) یعنی ہماری بکریوں کی بہتر حالت دیکھ کر۔

شق صدر : جب حضور اکرم ﷺ دو سال کے ہو گئے، تو ایک دفعہ آپ ہماری بکریوں کے پاس تھے کہ آپ کا رَضاعی بھائی گھبرایا دوڑتا ہوا آیا، اور مجھ سے اور اپنے رَضاعی باپ [1] سے کہا کہ: ''وہ جو میرا قریشی بھائی ہے، اس کو دو سفید کپڑوں والے آدمیوں نے پکڑ لیا، اور لِٹا کر پیٹ چاک کر دیا، اور اب وہ اسے ہلا رہے ہیں'' حلیمہ کہتی ہیں کہ: ہم اس طرف جلدی سے گئے تو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے ہیں اور چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہے، ہم نے ان کو اپنے سے لپٹا لیا، اور پوچھا: کیا بات ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ ''میرے پاس دو سفید کپڑوں والے آدمی آئے اور مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کر کے کچھ نکالا، معلوم نہیں وہ کیا تھا''۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ: ہم آپ کو اپنے خیمہ میں لے آئے، آپ کے رضاعی والد نے کہا: ''اے حلیمہ! مجھے تو ڈر ہے، یہ بچہ مصیبت میں آ گیا، اُسے اس مصیبت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس کے گھر پہنچا دے''۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ: ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئے، تو کہنے لگیں کہ: اس کو ابھی سے کیوں لے آئی! تو تو اس کو بڑی تمنا اور رغبت سے

---

(۱) یعنی حضرت حلیمہ کے شوہر۔

لے گئی تھی؟ وہ اس کو جب بار بار پوچھتی رہیں، تو حلیمہ نے واقعہ بتا دیا۔ آپ کی والدہ نے کہا: ہرگز نہیں بخدا! اس پر شیطان کو قابو نہیں ہو سکتا، اور اس کی تو بڑی عجیب شان ہے، کیا میں تجھے اس کی وہ شان نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: ضرور بتائیے، تو انھوں نے کہا کہ: ''جب میں حاملہ ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے جس سے مُلکِ شام و بُصریٰ [1] کے محلات چمک اٹھے، پھر زمانۂ حمل میں بالکل ہلکی پھلکی رہی، کوئی ثقل اور گرانی کا احساس تک نہیں ہوا، پھر جب ولادت ہوئی تو یہ ایسی طرح پیدا ہوا کہ یہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھا۔ اچھا اب اس کو چھوڑ دے اور جا خدا حافظ!''

دوسری رضاعی ماں: اور آپؐ کو ابولہب کی جاریہ ثُوَیْبَہ نے بھی دودھ پلایا اور آپ کے ساتھ: حمزہ بن عبدالمطلبؓ [2] اور ابوسَلَمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومیؓ کو بھی اپنے بیٹے مَسْرُوح [3] کی باری والا دودھ پلایا ہے۔

اور آپ کی پرورش اُم اَیمن حبشیہؓ [4] نے کی، یہاں تک کہ آپ بڑے ہو گئے، تو آپ نے اُن کو آزاد کر دیا اور زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کر دیا

---

(۱) بُصْرَیٰ: سیریا کے دارالحکومت (دمشق) سے متصل ایک قصبے کا نام ہے۔ (۲) آپ کے چچا۔ (۳) مسروح ثویبہ کا بیٹا ہے۔ (۴) آپؐ کے والد کی کنیز (باندی) اُن کا نام بَرَکہ ہے۔

جس سے اُسامہؓ پیدا ہوئے، اور آپ کو یہ جاریہ اپنے والد سے بطورِ میراث ملی تھیں۔

والد ماجد کی وفات: آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال یَثْـرِب [1] میں ہوا، جب آپ کے والد نے آپ کی والدہ آمنہ سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئیں، تو آپ کے والد کو آپ کے دادا عبدالمطلب نے مدینہ طیبہ کھجوریں لینے کے لئے بھیجا تھا، وہیں انتقال ہوگیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اَبْـوَا میں انتقال ہوا، یہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ بعض کا قول ہے کہ: آپ کی عمر شریف اٹھائیس مہینے کی ہوچکی تھی، بعض کا قول ہے کہ: سات مہینے کی عمر ہوئی تھی، ایک قول یہ ہے کہ: دو مہینے کی عمر ہوئی تھی۔

والدہ محترمہ اور دادا کی رحلت: جب آپؐ کی عمر چھ سال کی ہوئی، بعض کے قول کے مطابق: چار سال کی ہوئی، تو آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا، اور آپ بحالتِ یتیمی اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے۔ جب آپ آٹھ سال دو مہینے دس دن کے ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا، اس وقت آپ کے وَلی آپ کے چچا ابو طالب ہوئے، یہ آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔

---

(۱) یثرب: مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔

اللہ پاک نے آپؐ کو ہر اچھی خصلت عطا فرمائی تھی، یہاں تک کہ آپ اپنی قوم میں ''امین'' کے نام سے معروف تھے۔

شام کا پہلا سفر : جب آپ بارہ سال دو مہینے دس روز کے ہوئے، تو اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملکِ شام کے سفر کے لئے نکلے، اور جب بُصْریٰ [1] پہنچے تو بَحِیْرَا راہب نے آپ کو دیکھا، اور آپ کی صفات سے آپ کو پہچان لیا، اور پاس آکر آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"هٰذَا رَسولُ اللّٰهِ إِلیٰ العَالَمِینَ یَبعَثُه اللّٰهُ رَحمةً للعالَمینَ"

یعنی: یہ اللہ پاک کے رسول ہیں تمام عالم کی طرف، ان کو اللہ تعالیٰ تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمائیں گے۔

اُس سے پوچھا گیا کہ: یہ بات تجھے کیسے معلوم ہوئی؟ اس نے کہا کہ: جب تم لوگ عَقَبہ [2] کی طرف سے آئے تو ہر شجر و حجر سجدہ میں گر گیا، کیوں کہ یہ شجر و حجر نبی کے علاوہ کسی اور کے سامنے سجدہ نہیں کرتے، اور ہماری کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔

بَحِیرَا نے ابو طالب سے آپ ﷺ کے رشتہ کے متعلق سوال کیا؟ انھوں نے کہا کہ: یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے، راھب نے کہا کہ: تم کو اُن پر شفقت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: ہے، اس نے کہا: اگر تم ان کو ملکِ شام

---

(۱) بُصریٰ کے لئے دیکھو ص ۵۹۔ (۲) عقبہ : گھاٹی۔

لے گئے تو بخدا! یہودی اُن کو قتل کر ڈالیں گے۔ پس آپ کے چچا خطرۂ یہود کی وجہ سے آپؐ کو واپس لے آئے۔

تجارت کے لئے شام کا دوسرا سفر : دوسری دفعہ خدیجہؓ کے غلام مَیْسَرَہ کے ساتھ ایک تجارت کے سلسلہ میں آپؐ ملکِ شام تشریف لے گئے، اور یہ واقعہ خدیجہؓ سے نکاح سے قبل کا ہے، جب آپ ملکِ شام پہنچے، تو ایک راہب[1] کے صَومَعہ[2] کے قریب ایک درخت کے سایہ میں فِرَوکش ہوئے[3]۔

راہب نے مَیْسَرَہ کی طرف جھانک کر پوچھا : یہ کون شخص ہے؟ مَیْسَرَہ نے جواب دیا کہ : یہ قریش کا ایک شخص ہے، اہلِ حرم میں سے ہے، راہب نے کہا کہ: اس درخت کے نیچے تو نبی کے علاوہ کوئی آکر کبھی اُترا ہی نہیں!۔ پھر آپؐ نے سامانِ تجارت فروخت کیا اور جو خریدنا تھا خریدا، پھر مکہ کی طرف واپس ہوئے۔

اِس سفر کی چند خاص برکات : مَیْسَرَہ سے یہ بھی منقول ہے کہ: جب دوپہر کے وقت سخت گرمی ہوتی تو دو فرشتے اُترتے اور آپؐ پر دھوپ سے سایہ کرتے تھے، اور آپ اپنے اونٹ پر برابر چلتے رہتے تھے[4] پھر جب آپؐ مکہ

---

(۱) اس راہب کا نام نَسْطُورَا تھا۔ (۲) عیسائیوں کی عبادت گاہ۔ (۳) یعنی اُترے۔
(۴) یعنی: سایہ کی خاطر اونٹ سے اُترنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

مکرمہ پہنچے تو جو سامان آپ لائے تھے (حضرت) خدیجہؓ نے اس کو دو چند [1] یا اس کے قریب قیمت پر فروخت کردیا۔

حضرت خدیجہؓ کا پیامِ نکاح : اور مَیْسَرَہ نے راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ نقل کیا، اس سے متأثر ہوکر خدیجہؓ نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا، جس میں آپ کی قرابت، شرافت، فضیلت، امانت، حسن خُلق، سچائی کا ذکر کرکے نکاح کی خواہش ظاہر کی، اور خدیجہ نہایت عقلمند، دور اَندیش، شریف النفس عورت تھیں، اور قریش میں نسب، شرف، مال، غرض ہر اعتبار سے بلند پایہ تھیں، ان کے خاندان کے اَفراد اُن سے نکاح کرنے کے انتہائی آرزُومَند تھے۔

نکاح اور خطبۂ نکاح : جب یہ پیغام آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، تو آپ نے اپنے چچاؤں سے اس کا تذکرہ کیا، اور آپ کے ساتھ ان میں سے (حضرت) حمزہؓ بن عبدالمُطّلب آئے، اور خُوَیْلِد بن أسَد [2] کے پاس خِطبہ [3] کے لئے گئے جس کو قبول کرلیا گیا، اور أبو طَالِب اور دیگر رؤسائے مُضَر بھی آئے، أبو طَالِب نے یہ خطبہ پڑھا :

---

(۱) دوگنا۔ (۲) حضرت خدیجہؓ کے والد۔ (۳) بکسر خاء یعنی نکاح۔

الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذي جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّيَّةِ إبْرَاهِيمَ، وَزَرْعِ إسماَعِيْلَ ، وَضِئضِئِيْ مَعَدّ، وَعُنْصُرِ مُضَرَ، وجَعَلَنَا حَضَنَةَ بَيتِه، وَسُوَّاسَ حَرَمِه ، جَعَلَ لَنَا بَيتاً مَحجُوجاً، وحَرَماً آمِناً، وجعلَنا الحُكَّامَ عَلىَ النَّاسِ .

کہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو ابراہیم علیہ السلام کی ذُرّیت ، اور اسماعیل علیہ السلام کی زرع، اور مَعَدَ کی اصل، اور مُضر کے عُنصر سے بنایا، اور اپنے گھر کا مُحافظ، اور اپنے حَرَم کا متولّی قرار دیا، اور ہمارے لئے بیت کو مستحقِ حج، اور حَرَم کو اَمن دینے والا بنایا، اور ہم کو تمام لوگوں پر حاکم تجویز کیا۔

ثُمَّ إنَّ ابنَ أخِي هذَا مُحَمَّدَ بنَ عَبدِ اللّٰه لَا يُوزَنُ بِرَجُلٍ إلَّا رَجَحَ به ، فإنْ كَانَ فِي المَالِ قُلًّا فَإنَّ المَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ وَأمرٌ حَائِلٌ .

پس بعد الحمد آں کہ: میرے بھائی عبداللہ کا لڑکا محمدؐ ہر شخص کے مقابلہ میں وزن دار، قابل ترجیح ہے، اگر چہ سرمایہ دار نہیں، اور درحقیقت مال کی حیثیت چلتے پھرتے سایہ سے زیادہ نہیں۔

وَمُحمدٌ مَنْ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهُ ، وَقَدْ خَطَبَ خَديجَةَ بِنتَ خُوَيلِدٍ، وبَذَل لَهَا مِنَ الصَّدَاقِ مَا آجِلُهُ وعاجِلُهُ مِن مَالِي كَذَا، وهُو وَاللّٰهِ بَعدَ هذَا لَهُ نَبَأٌعَظِيمٌ و خَطَرٌ جَلِيلٌ، فَزَوَّجَهَا .

اور محمدؐ کی قرابت سے تم لوگ واقف ہی ہو، اُنہوں نے خدیجہ بنت خویلد سے منگنی کی ہے، اور اتنا اتنا مہر مُعَجّل ومؤجل اس کے لئے میرے مال میں سے دیا ہے، یا دینا تجویز کیا ہے۔ اور اُس کے لئے عَن قریب حالتِ عجیب اور شانِ عظیم ظاہر ہونے والی ہے۔
[پس خدیجہؓ سے آپؐ کا نکاح کر دیا گیا]۔

نکاح کے وقت آپؐ کی اور خدیجہؓ کی عمر : آپ کا یہ عقد پچیس سال دو مہینہ دس روز کی عمر میں ہوا، اور (حضرت) خدیجہؓ کی عمر اس وقت اٹھائیس سال تھی [1]

---

(۱) مشہور قول کے مطابق حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس سال تھی ۔

اور مروی ہے کہ: آپ نے ان کو بارہ اُوقیہ [1] سونا مہر دیا۔ وہ آپؐ کے پاس وحی سے قبل پندرہ سال رہیں، اور وحی کے بعد ہجرت سے تین سال قبل تک رہیں، جب اُن کا انتقال ہوا تو حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف اُنچاس سال آٹھ مہینے [2] تھی، وہ حضور ﷺ کی سچی وَزِیر ومُشِیر تھیں۔

حضرت خدیجہؓ کی چند صفات اور چند بشارتیں : روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ : ''میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا، بجز ایک شخص کے کہ وہ بھی میری ہی ذُرّیّت سے ہے، جس کو مجھ پر دو باتوں میں فضیلت ہے، ایک یہ ہے کہ: اس کی بی بی اس کے حق میں مددگار ہے اور میری بی بی نے میرے خلاف [3] مدد کی، دوسری یہ کہ: اللہ پاک نے شیطان کے مقابلہ میں اس کی مدد فرمائی جس سے اُس کا شیطان مسلمان ہوگیا، اور میرا شیطان کافر رہا''۔

مروی ہے کہ: عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی حضرت خدیجہؓ ہیں، اور مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، اور لڑکوں میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : ''مجھے اَمر کیا گیا ہے کہ میں

---

(۱) اوقیہ : ایک پیمانہ ہے ، جس کا وزن (۱۲۲ گرام ۴۷۲ ملی گرام) کے برابر ہوتا ہے۔
(۲) اور چوبیس دن تھی، دیکھو صفحہ ۷۰۔ (۳) شجرۂ ممنوعہ کے کھانے میں۔

خدیجہ کو جنت میں ایک مَروَارِیْد [1] کے مکان کی بشارت دوں، جس میں نہ شور وشَغَب ہوگا، نہ کَسَل وتَعَب ''۔

اور حضرت جبرئیل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ: خدیجہ کو اُن کے رب کی طرف سے سلام فرما دیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہ جبرئیل تم کو تمہارے رب کا سلام پہنچا رہے ہیں ''۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ: اللہ پاک خود سلام ہیں اور انہیں کی طرف سے سلامتی ہے، اور جبرئیل پر بھی سلام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کعبہ میں شرکت : جب حضور ﷺ کی عمر پینتیس سال کی ہوئی تو تعمیر کعبہ کی مُہم میں آپ شریک ہوئے، اور حجر اَسود کے متعلق آپ کے فیصلہ پر قریش رضا مند ہو گئے۔

نبوت اور پہلی وحی : جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس سال ایک دن کی ہوئی، تو اللہ پاک نے آپ کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا، اور جبرئیلؑ آپؐ کے پاس غارِ حِراء میں تشریف لائے، یہ ایک غار ہے مکہ مکرمہ کے پہاڑ میں [2]، وہاں آپ مسلسل کئی کئی رات تک رہتے، اور اپنے پروردگار کی عبادت کیا کرتے تھے۔

---

(۱) مَروَارِیْد: وہ ہیرا جو مختلف جواہرات کے ساتھ پرویا ہوا ہو۔ (۲) یہ پہاڑ کا نام (جَبَل نور) ہے، جو مکہ مکرمہ کے مشرق میں تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر دور، مکہ سے طائف جانے والی سڑک پر واقع ہے، اس پہاڑ کی بلندی پر غار حراء ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا : اِقْرَأ یعنی پڑھو، آپؐ نے فرمایا ''مَا أنَا بِقَارِیٔ '' یعنی میں پڑھا ہوا نہیں، پڑھنا نہیں جانتا، کیسے پڑھوں؟ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ: '' اس جواب پر جبرئیلؑ نے مجھے سینہ سے لگا کر زور سے دبایا جس کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا، پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ: پڑھو، میں نے پھر جواب دیا کہ: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، کیسے پڑھوں؟ پھر کہا :

﴿إقْرَأ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَق ☆ خَلَقَ الإنْسَانَ مِنْ عَلَق ☆ إقْرَأ وَرَبُّكَ الأكْرَمُ ☆ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الإنْسَانَ مَا لَمْ يَعلَمْ ☆ ﴾ ۔

حضور ﷺ اس کے بعد واپس ہوئے، اور آپؐ کا دل لرزتا تھا، حتی کہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر فرمایا کہ : '' مجھے کپڑا اُڑھا دو '' تو آپؐ کو کپڑا اُڑھا دیا، کچھ دیر بعد آپ کا وہ خوف جاتا رہا، پھر آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے سب قصّہ بیان کیا، اور یہ بھی فرمایا کہ : '' مجھے اپنی جان کا خوف ہے ''۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ: آپ کو کیا خوف؟ آپ کے لئے تو بشارت ہے، خدا کی قسم ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولنا، عیال دار کی اعانت، فقیر کو دینا، مہمان نوازی کرنا، حق کے معاملہ میں مدد فرمانا آپ کی دائمی عادت ہے،

اور حضرت خدیجہؓ آپ کو وَرَقَۃُ بنُ نَوْفَل کے پاس لے گئیں، وہ ان کے[1] چچا زاد بھائی تھے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے، عمر زیادہ تھی، آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں، اُن سے جا کر کہا کہ: اپنے بھتیجے کی سُنو۔

ورقہ بن نوفل سے ملاقات : آپؐ سے ورقہ نے کہا کہ: بھتیجے! کیا دیکھتے ہو؟ حضورِ اکرم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا سب بیان فرما دیا، تو آپؐ سے ورقہ (بن نوفل) نے کہا : یہ تو وہ ناموس[2] ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، کاش! میں اس دورِ نبوت میں جوان ہوتا، اور میں اُس وقت زندہ رہتا جب کہ آپؐ کی قوم آپ کو نکالے گی، آپؐ نے حیرت سے پوچھا : "کیا میری قوم مجھ کو نکالے گی؟" ورقہ نے کہا: ہاں! جو شخص بھی اس قسم کی چیز لایا ہے جیسی تم لائے ہو، اس سے عداوت ومخالفت کی گئی ہے، اگر وہ دن مجھے ملے تو میں تمہاری بڑی مدد کروں گا۔

وحی میں توقف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی : پھر تھوڑی ہی مدت کے بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا، اور وحی کے آنے میں بھی توقف ہو گیا، جس سے حضورِ اقدس ﷺ کو انتہائی حُزن[3] ہوا، یہاں تک کے متعدد مرتبہ آپ اپنے مکان سے چلے، تا کہ حرم کے کسی بڑے اُونچے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر

---

(۱) یعنی حضرت خدیجہ کے۔ (۲) ناموس : فرشتہ ، یعنی جبریل علیہ السلام ، یا کتاب ، یعنی تورات۔

(۳) غم و رنج۔

نیچے گر جائیں، مگر جب آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے گرنے کے لئے، تو جبریلؑ ظاہر ہوکر فرماتے کہ : ''اے محمد ﷺ آپ بالیقین اللہ کے رسول ہیں'' جس سے آپ کے قلب کو سکون، اور طبیعت کو قرار ہو جاتا۔ جب توقفِ وحی کا زمانہ طویل ہوا تو اسی طرح آپؐ پہاڑ پر تشریف لے جاتے، اور جبریلؑ اسی طرح ظاہر ہوکر فرماتے۔

درختوں اور پتھروں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا : جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے امرِ نبوت کو تام فرما دیا[1]، تو حضور اکرم ﷺ جس درخت اور پتھر کے قریب کو گذرتے، تو وہ کہتا : ''سَلَامٌ علیکَ یا رسولَ اللّٰہ '' حضرت جابرؓ بنِ سَمُرَہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ : '' مکہ معظمہ میں ابھی وہ پتھر موجود ہے، جو مجھ کو اُن راتوں میں سلام کیا کرتا تھا جب کہ مجھ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا، میں اُس کو اب بھی پہچانتا ہوں '' ۔

قوم کی طرف سے بائیکاٹ : ۸ ربیع الاول (کو) پیر کے دن آپؐ کو نبوت عطا ہوئی، آپ نے اللہ پاک کے حکم کا اظہار فرمایا، اور رسالت کی تبلیغ کی، اور اُمت کی خیر خواہی کی، اسی بات پر قوم آپ کی مُخالف ہوگئی، آپ کا اور آپ کے اہل بیت کا مُحاصَرہ کرلیا[2]۔

---

(۱) یعنی جب آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپ منصب نبوت پر فائز ہوگئے۔ (۲) شادی، خرید وفروخت وغیرہ میں قریش نے آپ کے خاندان بنو ہاشم کا سماجی بائیکاٹ کیا تھا۔

چچا ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات : اُنچاس سال کی آپ کی عمر شریف تھی جب آپ کا مُحاصَرہ ختم ہوا، اُس سے آٹھ مہینے اکیس روز بعد آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا، اور اُن کے انتقال سے تین روز بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔

جنات کی حاضری اور اسلام : پچاس سال تین مہینے آپؐ کی عمر شریف ہوئی، تو نَصِیْبِین (۱) کے جنّ خدمت میں حاضر ہو کر مُشَرّف باسلام ہوئے۔

معراج : اِکیاون سال نو مہینے کی عمر میں رات کے وقت آپ ﷺ کو زمزم اور مقام (۲) کے درمیان سے، بیتُ المقدس پہنچایا گیا، اور شرح صَدر کر کے قلبِ مبارک کو نکال کر زمزم شریف کے پانی سے صاف کیا گیا، پھر اُسی جگہ رکھ کر ایمانُ و حکمت کو اُس میں بھر دیا گیا۔

پھر بُـرَاق (۳) لایا گیا، آپؐ اُس پر سوار ہوئے، اور آپ کو آسمان پر لے جایا گیا، حضور اقدس ﷺ نے خبر دی کہ: ''آپ نے پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے، دوسرے پر عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے خالہ زاد بھائی یحییٰ علیہ السلام سے، اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے، اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے، اور پانچویں پر ھارون علیہ السلام سے، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام سے، اور

---

(۱) یہ شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے، شمالی عراق کے شہر موصل سے قریب ہے۔ (۲) مقام ابراہیم۔

(۳) ایک بہشتی چوپایہ جو انبیاء کرامؑ کی سواری کے لئے خاص تھا، اسی پر آپؐ معراج میں تشریف لے گئے۔

ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام بَیْتُ الْمَعْمُور [1] سے کمر لگائے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ پر اور آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں ''۔

ہجرت کی تاریخ : جب ترپن سال کی عمر ہوئی، تو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی، آپ کے سفرِ ہجرت کی ابتداء پیر کے دن آٹھ ربیع الاول کو ہوئی، اور مدینہ طیبہ میں داخلہ بھی پیر کے روز ہوا۔

مکہ مکرمہ میں دعوت وتبلیغ کی اشاعت : نبوت عطا ہونے کے بعد، مکہ مکرمہ میں تیرہ سال آپؐ کا قیام رہا، اس مدت میں آپ لوگوں کے پاس اُن کے مکانات، اور خیموں میں: عُکَاظ اور مَجَنَّة [2] اور ایامِ حج میں تشریف لے جاتے، اور فرماتے کہ: ''کوئی مجھے جگہ دینے والا ہے؟ کوئی میری مدد کرنے والا ہے؟ تاکہ میں اپنے رب کی رسالت کو پہنچاؤں، اور تبلیغ کروں، اور اُس کو جنت ملے'' اِسی طرح آپ لوگوں میں جاتے، اور وہ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے [3]، حتیٰ کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ وعَمَّ نَوَالُہٗ نے انصار کو بھیجا، وہ آپ پر ایمان لائے ، اور اُن کی کیفیت یہ تھی کہ : وہ ایمان لاتے اور

---

(۱) بیت المعمور : کعبہ مشرفہ کی مانند ساتویں آسمان کے اوپر ایک گھر ہے، جس کے گرد اگرد فرشتے طواف کرتے ہیں۔

(۲) عکاظ اور مجنہ : عرب کی دو مشہور تجارتی منڈیاں تھیں، جو عرفات کے قریب ایام حج میں لگتی تھیں، اور اکثر قبائل عرب ان میں شریک ہوتے تھے۔

(۳) یعنی تمسخر اور مذاق کے طور پر۔

اپنے گھر چلے جاتے، تو اُن کے گھر والے بھی اسلام قبول کر لیتے، حتی کہ انصار کے تمام گھروں میں مسلمانوں کی جماعتیں ایسی موجود ہوگئیں، جو کہ علی الاعلان اسلام کو ظاہر کر سکتی تھیں۔

بیت المقدس کی طرف نماز : اور اُس مدت میں [1] بیت المقدس کی طرف رخ کر کے حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے، اور کعبہ مکرمہ کی طرف بھی پُشت نہیں کرتے تھے، بلکہ اُس کو اپنے سامنے رکھتے تھے۔ اور مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد سترہ مہینے یا سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرمائی۔

سفرِ ہجرت کی کچھ تفصیل اور رفقائے سفر : جب ہجرت فرمائی تو آپ کے ساتھ: حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کے مولیٰ عامر بن فُہیرہؓ تھے، اور راستہ بتانے والا عبداللہ بن أُرَیقِط لَیثِي تھا اور وہ کافر تھا، اور اُس کا اسلام قبول کرنا ثابت نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ : ہم رات دن چلتے رہے، حتی کہ جب ٹھیک دوپہر ہوگیا، اور راستہ کی آمد ورَفت بالکل بند ہوگئی، تو ایک بڑے سایہ دار پتھر کے قریب جہاں دھوپ نہیں تھی، میں نے حضور ﷺ کے لئے جگہ ہموار کی، اور میرے ساتھ ایک پوستین [2] تھا، وہ میں نے بچھا دیا،

---

(۱) یعنی مکہ مکرمہ کے تیرہ سال میں۔ (۲) چمڑے کا بچھونا۔

اور عرض کیا کہ : آپؐ ذرا آرام فرمالیں، اور میں آس پاس کی دیکھ بھال کروں گا۔

پھر میں وہاں سے چلا تو مجھے سامنے سے آتا ہوا ایک چرواہا نظر پڑا، جو اُسی پتھر کے سایہ میں آرام کے لئے آرہا تھا، اور وہ پہلے سے ہی اُس جگہ آرام کرنے کا عادی تھا، میں نے اُس سے پوچھا کہ: تو کس کی بکریاں چَراتا ہے؟ اُس نے کہا: اِسی شہر کے ایک شخص کی، میں نے پوچھا: تیری بکریوں کے دودھ بھی ہے؟ اُس نے کہا: ہے، پھر وہ ایک بکری میرے پاس لایا، میں نے اس کے تھنوں کا غُبار صاف کر کے کچھ دودھ نکالا، اور میرے پاس پانی تھا جو کہ حضور ﷺ کی خاطر میں نے ساتھ لے لیا تھا، تو میں نے دودھ پر پانی کا چھینٹا دیا تاکہ وہ کچھ ٹھنڈا ہو جائے، مگر میں نے حضور ﷺ کو جگانا مناسب نہ سمجھا بلکہ توقف کیا، جب حضور ﷺ خود ہی بیدار ہوئے، تو میں نے دودھ پیش کیا، آپ نے دودھ نوش فرمایا جس سے میرا جی خوش ہو گیا، حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا چلنے کا وقت نہیں آیا؟'' حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: میں نے جواب عرض کیا کہ: جی آ گیا۔

سُراقہ بن مالک کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا : ہم جبھی چل دیئے، یہاں تک کے جب ہم ایک سخت زمین میں پہنچے، تو سُرَاقَه بن مالِک بن جُعشُم

آیا[1]، جس کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے رو کر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ ہم تو پکڑے گئے! حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہرگز نہیں'' اور کچھ دعائیں حضورؐ نے پڑھیں، تو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، اور اُس نے کہا کہ: میں سمجھ گیا تم دونوں نے بد دُعا کی ہے، اب تم میرے لئے دُعائے خیر کرو، اور میں ذمہ لیتا ہوں کہ لوگوں کو تم سے واپس کر دوں گا، اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، اُس پر حضور ﷺ نے دُعا فرمائی، تو وہ لوٹ گیا اور وعدہ پورا کیا اور لوگوں کو واپس کرنے لگا[2]۔

یہ بھی روایت ہے کہ سُراقہ نے کہا کہ: میرے اِس تَرکَش میں سے ایک تیر بطورِ نشانی لے لیجئے، اور راستہ میں فلاں جگہ میرے اونٹوں اور غلاموں پر آپ کا گذر ہوگا، اُن میں سے جس قدر آپ کو ضرورت ہو آپ لے لیں، آپؐ نے فرمایا کہ: ''مجھے ضرورت نہیں''۔

اُم مَعبد کے خیمہ پر گذر اور اس کی برکات: چلتے چلتے أُم مَعبَد خُزَاعِیَّه کے خیمہ پر آپ کا گذر ہوا، وہ ایک ہوش مند پاک دامن عورت تھی، جو قُبّہ[3] کے صحن میں بیٹھا کرتی، اور مسافروں کے کھانے پینے کی خبر گیری کیا کرتی تھی۔

---

(۱) حضرت سراقہؓ فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہو کر صحابی بنے۔ (۲) کہ حضورؐ یہاں اور اس راستہ پر نہیں ہیں۔

(۳) قبہ: خیمہ۔

آپؐ نے اُس سے کھجور اور گوشت خریدنے کے لئے دریافت فرمایا، مگر اُس کے پاس یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں، بلکہ وہ لوگ تو فاقہ کش اور قحط زدہ تھے، حضور ﷺ کی نظر خیمہ کی ایک جانب میں ایک بکری پر پڑی، حضور ﷺ نے ام معبد سے دریافت فرمایا کہ : '' یہ بکری کیسی ہے؟ '' ام معبد نے کہا کہ: یہ ضعف کی وجہ سے چل نہیں سکتی، اس لئے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہیں جاتی، حضور ﷺ نے فرمایا : '' کیا اس کے دودھ ہے؟ '' اُس نے کہا : یہ تو بہت لاغر[۱] ہے، اس کے دودھ کہاں ! حضور ﷺ نے فرمایا کہ : '' تری اجازت ہو تو میں اس کا دودھ دُوہ لوں'' اس نے عرض کیا کہ : میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اگر آپ کو اس کے دودھ معلوم ہوتا ہو تو ضرور دُوہ لیں۔

حضور ﷺ نے [وہ بکری طلب فرما کر] اُس کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرا، اور بسم اللّٰہ پڑھی، اور ام معبد کے لئے اس بکری کے حق میں دعا کی، تو اُس کے تھن دودھ سے پھول گئے، اور برتن منگا کر دودھ دوہا، سب سے پہلے تو اُم معبد کو پلایا، اس کے بعد اُس کے گھر والوں کو، جب وہ سیر ہو گئے تو پھر اپنے رفیقوں کو پلایا، جب وہ بھی سیر ہو گئے تو سب سے آخر میں خود

(۱) لاغر : ضعیف کمزور۔

نوش فرمایا، پھر اور دُودھ نکال کر کہ وہ برتن بھر گیا، اُس کو وہیں اس کے پاس چھوڑا، اور ام معبد کو بیعت فرمایا، اور سِدھارے [1]۔

ہاتفِ غیبی کے اشعار : اور صبح مکہ مکرمہ میں ایک بلند آواز سنی گئی کہ اُس آواز (کا کہنے) والا معلوم نہ ہوا تھا، آواز یہ تھی :

جَزَیٰ اللّٰـهُ رَبُّ الناسِ خَیرَ جَزَائِهِ　　رَفِیقَینِ قَالَا خَیمَتَي أُمِّ مَعبَدِ

خدائے پروردگار جزائے خیر دے اُن دو رفیقوں کو، جنہوں نے ام معبد کے خیمہ میں دوپہر کو آرام فرمایا۔

هُمَا نَزَلَا بِالهُدیٰ واهتَدَتْ بِهِ　　فَقَد فَازَ مَنْ أَمْسَیٰ رَفِیقَ مُحَمَّدِ

وہ دونوں ھدایت لے کر وہاں پہنچے، اور اُن سے ام معبد نے ھدایت حاصل کی، بالیقین وہ کامیاب ہے جو محمد ﷺ کا رفیق بن گیا۔

فَیَالَقُصَيٍّ مَا زَوَیٰ اللّٰـهُ عنکُمُ　　بِهِ مِن فِعَالٍ لا تُجَازَیٰ وسُؤدَدِ

پس اے قُصی ! اللہ پاک تم سے نہ سلب کرے ایسے افعال کو جن کا بدلہ نہیں ہوسکتا، اور نہ سرداری کو، حضور ﷺ کی برکت سے۔

لِیَهْنِ بَنِي کَعْبٍ مکَانُ فَتَاتِهِم　　ومَقعَدُهَا لِلمُؤمِنِینَ بِمَرصَدِ

بنی کعب کے لئے مبارک باد ہے اُن کی ایک خاتون کی وجہ سے، اور اُس خاتون کی نشست گاہ مؤمنین کے لئے رَسَد گاہ ہے۔

سَلُوا أُختَکُم عَن شَاتِهَا وإنَائِهَا　　فَإنَّکُم إنْ تَسْأَلُوا الشَاةَ تَشهَدِ

---

(۱) سِدھارے : وہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔

اپنی بہن سے دریافت کرو بکری اور برتن کا حال، تم خود بکری سے دریافت کروگے تو وہ بھی گواہی دیدے گی۔

دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ   لَهُ بِصَرِيحٍ ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزبِدِ

خالی بغیر دودھ کی بکری آپؐ نے طلب فرمائی، تو وہ دودھ والی بن گئی آپؐ کی برکت سے، جس کا تھن خالص مکھن والے دودھ سے پُر ہوگیا۔

فَغَادَرَهَا رَهناً لَدَيهَا لِحَالِبٍ   يُرَدِّدُهَا فِي مَصدَرٍ ثُمَّ مَورِدِ

[پھر وہ بکری آپ اسی کے پاس چھوڑ آئے، جو ہر آنے اور جانے والے کے لئے دودھ نچوڑتی تھی][1]۔

غارِ ثور میں معیتِ خداوندی کا معجزہ : حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ سے بقصدِ ہجرت نکلے، تو آپ اور حضرت ابوبکرؓ مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ کے غار [2] میں اپنی حفاظت کے لئے چُھپے حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے مشرکین کو دیکھا کہ وہ بالکل ہمارے سَروں پر آپہنچے، تو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ! اگر اُن میں کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر کرے تو اپنے قدموں کے نیچے ہی ہمیں دیکھ لے گا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اے ابوبکر، تمہارا کیا خیال ہے اُن دو کے متعلق جن کا تیسرا اللہ ہے! ''۔

مدینہ منورہ میں نزول : جب سرکارِ دوعالم ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے، تو

---

(۱) آخری دومصرعوں کا ترجمہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی (سیرۃ المصطفیٰ) سے لیا گیا ہے۔ (۲) یہ غارِ ثور تھا، جو مکہ مکرمہ کے جنوب میں جبلِ ثور کی چوٹی پر واقع ہے، اس غار میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے تین راتیں گزاریں۔

انصار میں تنازُع ہوا کہ حضور ﷺ کس کے مہمان بنیں، آپؐ نے فرمایا کہ : ’’ میں عبدالمطلب کے ماموؤں [1] بَنِي نَجّار کے یہاں ٹھہروں گا، اُس سے اُن کا اکرام مقصود ہے ‘‘ پس مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر، اور غلام اور لڑکے راستوں پر اعلان کرتے اور آوازیں دینے لگے کہ : حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔

(فصل ۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

بائیس غزوات مشہور ہیں :

پہلا غزوہ : وَدَّان، جس میں اَبواء تک پہنچنا ہوا، یہ غزوہ ہجرت سے ایک سال دو مہینے دس روز گذرنے پر ہوا۔

دوسرا غزوہ : (غزوۂ بُواط) قریش کے ایک قافلہ سے ہوا، جس میں اُمیہ بن خَلَف بھی تھا، یہ غزوہ پہلے غزوہ سے ایک مہینہ تین روز بعد ہوا۔

---

(۱) حضورؐ کے پردادا ہاشم بن عبدمناف نے، ملکِ شام کی طرف ایک سفر کے دوران مدینہ طیبہ میں قبیلۂ بنی نجار کی ایک عورت : سلمٰی بنت عمرو سے نکاح کیا تھا، جن سے حضورؐ کے دادا عبدالمطلب پیدا ہوئے تھے، اور اسی خاندان کے ایک فرد ابوایوبؓ انصاری نجاری ہیں، جو آپؐ کے میزبان تھے۔

تیسرا غزوہ : (غزوۂ بدر الأولیٰ) کُرز بن جابر کی [طلب میں] ہوا، جس نے سرحِ مدینہ پر لوٹ مار کی تھی[1] یہ غزوہ دوسرے غزوہ سے بیس روز بعد ہوا۔

چوتھا غزوہ : غزوۂ بَدر (الکبریٰ) ہے، جوکہ ہجرت سے ایک سال آٹھ مہینے بعد، رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو ہوا، جس میں صحابۂ کرام رِضوَانُ اللّٰہ تعالیٰ علیھم أجمعین کی تعداد تین سَو دس سے کچھ زیادہ تھی، اور مشرکین نوسَو [اور ہزار کے درمیان] تھے، اور یہ دن یَوم الفُرقان تھا، کہ اللہ پاک نے حق اور باطل میں تفریق وتمیز فرمادی، اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار مخصوص شعار والے ملائکہ کے ذریعہ سے آپؐ کی مدد فرمائی۔

پانچواں غزوہ : غزوۂ بَني قَینُقَاع ہے۔

چھٹا غزوہ : غزوۂ سَوِیق ہے، یہ ابو سفیان صَخر بن حَرب کی طلب میں ہوا۔

ساتواں غزوہ : غزوۂ بني سُلَیم ہے، جوکہ کُدر[2] میں ہوا۔

آٹھواں غزوہ : غزوۂ ذي اَمَر ہے، جس کو غَطفان بھی کہتے ہیں، اور غزوۂ أنمَار بھی اِس کا نام ہے۔

---

(۱) کرز بن جابر نے مدینہ کی سرکاری چراگاہ کے اونٹوں پر حملہ کیا، اور انہیں ہانک کر لے گیا۔ (۲) ایک جگہ کا نام۔

یہ چاروں غزوے ۲ھ کے بقیہ ایام میں ہوئے۔

نواں غزوہ : غزوۂ اُحُــــد ہے، یہ ۳ھ میں ہوا، اِسی غزوہ میں حضرت جبریلؑ اور حضرت میکائیلؑ نے حضور اکرم ﷺ کے داہنے اور بائیں ہوکر سخت ترین قتال کیا۔

دسواں غزوہ : غزوۂ بَنِـي نَضِير ہے، جوکہ غزوہ اُحُد سے سات مہینے دس روز بعد ہوا۔

گیارہواں غزوہ : غزوۂ ذات الرِّقَـاع ہے، جوکہ غزوۂ بنی نضیر سے دو مہینے بیس روز بعد ہوا، اور اسی میں صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی۔

بارہواں غزوہ : غزوۂ دُومَة الـجَـنْـدَل ہے، جوکہ غزوۂ ذات الرقاع سے دو مہینے چار روز بعد ہوا۔

تیرہواں غزوہ : غزوۂ بَنـي الـمُصطَلِق ہے، جو غزوۂ دُومۃ الجَندَل سے پانچ مہینے تین روز بعد ہوا، اسی میں اہلِ اِفک نے بُہتان بندی کی۔

چودھواں غزوہ : غزوۃ الـخَـنـدَق ہے، یہ غزوہ ہجرت سے چار سال دس مہینے پانچ روز گذرنے پر ہوا۔

پندرہواں غزوہ : غزوۂ بنـي قُريظَه ہے، جوکہ غزوۂ خندق سے سولہ روز بعد ہوا۔

سولھواں غزوہ : غزوۂ بَنِي لَحيَان ہے، جو کہ غزوۂ بنی قُریظہ سے تین مہینے بعد ہوا۔

سترہواں غزوہ : غزوۃ الغَابه ہے، یہ ٦ھ میں ہوا، اِسی میں عُمرۂ حُدَیبیہ کیا ہے۔

اٹھارہواں غزوہ : غزوۂ خَیبَر ہے، جو کہ ہجرت سے سات سال گیارہ روز گذرنے پر ہوا، اور اُس سے چھ مہینے دس روز بعد عُمرۃُ القَضاء کیا ہے۔

انیسواں غزوہ : غزوۂ فَتحِ مَکّہ ہے، جو کہ ہجرت سے سات سال آٹھ مہینے گیارہ روز بعد ہوا۔

بیسواں غزوہ : غزوۂ حُنَین ہے، یہ فتح مکہ کے بعد ہوا، اور اُس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی نُصرت کے لئے ملائکہ کو نازل فرمایا۔

اکیسواں غزوہ : غزوۃ الطائف ہے، یہ بھی اِسی سنہ (٨ھ) میں ہوا، اور اُس میں عَتّاب بن أَسِید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

بائیسواں غزوہ : غزوۂ تَبُوک ہے، جو کہ ہجرت سے آٹھ سال چھ مہینے پانچ روز گذرنے پر ہوا، اور اِس سال میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

حضرت زید بن اَرقمؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں : میں نے حضور ﷺ کی معیت میں سترہ غزوے کئے، اور دو غزووں میں شریک نہیں ہوسکا۔

ابن اسحاق ابو معشر اور موسیٰ بن عُقبہ وغیرہ کا قول ہے کہ : حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس پچیس غزوے کئے ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ: ستائیس غزوے کئے ۔ اور بُعُوث وسَرایا[1] کی تعداد پچاس ہے یا اُس کے قریب ۔

حضور اکرم ﷺ نے قتال صرف سات غزووں میں کیا ہے : بَدر ، أُحُد، خَندَق ، بَني قُرَيظه ، مُصطَلِق ، خَيبَر ، طائف[2] ۔ بعض کا قول ہے : وَادي القُرىٰ[3] اور غَابَه اور بني النَّضير میں بھی آپؐ نے قتال کیا ہے۔

(۱) وہ جنگی مہم جس میں آپ ﷺ نے شرکت نہ کی اور وہ کسی صحابی کی قیادت میں سر ہوئی، اُسے بعث یا سریہ کہا جاتا ہے۔

(۲) بعض روایات میں فتح مکہ اور حنین میں بھی قتال کرنا مذکور ہے ۔ (۳) غزوۂ وادی القریٰ، غزوۂ خیبر (۷ھ) کے بعد ہوا، اسی میں آپؐ کا غلام مدعم قتل ہوا، دیکھو صفحہ ۱۷۸۔

(فصل ۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمروں کا بیان

آپؐ نے کتنے حج کئے : حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد صرف ایک ہی حج کیا ہے، جس میں لوگوں کو وداع کیا ہے، اور فرمایا کہ : ''اِس سال کے بعد غالباً تم مجھ کو نہیں دیکھ سکو گے'' اسی وجہ سے اس کو حَجَّةُ الوَدَاع کہتے ہیں، اور ہجرت سے قبل دو حج کئے۔

حج کی فرضیت اور نائب امیر الحج : اور حج کی فرضیت ۶ھ میں نازل ہوئی، اور مکہ مکرمہ ۸ھ میں فتح ہوا، اُس سال حضرت عتّاب بن أسِید رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے اپنا نائب امیر الحج مقرر فرمایا۔

اور ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیر الحج ہوکر لوگوں کو حج کرایا، اور حضرت علیؓ کو آپؐ نے پیچھے بھیجا، تا کہ لوگوں میں سورۂ براءَہ کا اعلان کر دیں، انہوں نے سورۂ براءَہ کے نزول کی اطلاع دی اور اعلان کیا کہ : اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ ہوکر کرے۔

حَجَّة الوَدَاع

۱۰ھ میں اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ بنفسِ نفیس حج کے لئے تشریف لے جائیں گے، اس خبر پر بہت آدمی مدینہ طیبہ آئے، اور سب کی تمنا تھی کہ حضور ﷺ کی اقتداء کریں اور آپؐ کی طرح ادائے حج کا موقع ملے۔

حضور ﷺ نے تیل، خوشبو، کنگھی کا استعمال فرما کر دن میں مدینہ طیبہ سے سفرِ حج شروع فرمایا، رات ذی الحُلَیفہ (۱) میں گزاری، اور فرمایا کہ: ''آج رات میرے رب کے قاصد فرشتہ نے آ کر کہا کہ : اِس وادیٔ مبارک میں دو رکعت ادا کرو، اور کہو : عُمرَۃٌ في حَجَّۃٍ''۔

حضور ﷺ نے ذوالحُلَیفہ میں دو رکعت پڑھ کر عُمرہ اور حج کا احرام باندھا، اور دونوں کا وہیں تلبیہ پڑھا، جس کو جماعتوں نے آپؐ سے سنا، اُن سُننے والوں میں حضرت ابن عباسؓ بھی ہیں۔ پھر آپؐ سوار ہوئے، اور جب آپ کو اونٹنی لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا۔ پھر جب بَیدَاء (۲) کی بلندی پر پہنچے تو پھر تلبیہ پڑھا، اِسی وجہ سے کسی نے تلبیہ پڑھنا اُس وقت نقل کیا جب اونٹنی سیدھی کھڑی ہوئی، کسی نے اُس وقت جب بیداء کی

(۱) مدینہ منورہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ، جو اہل مدینہ کی میقات ہے۔ (۲) ایک جگہ۔

بلندی پر پہنچے۔ کبھی آپؐ حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھتے، کبھی صرف حج کا، اسی وجہ سے بعض نے یہ بھی کہا کہ: آپ مُفرِد[1] تھے۔

آپ کے نیچے اونٹنی کی کمر پر ایک پُرانا پالان[2] تھا، جس پر ایک اُونی پرانی چادر تھی جو چار دِرہم کی بھی نہیں تھی، اور آپ دعاء کر رہے تھے کہ: ''اے اللہ! اِس حج کو ایسا بنادے جس میں دِکھاوا اور شُہرت مقصود نہ ہو''۔

حجۃ الوداع کے متعلق حضرت جابرؓ کی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی میں نے آپؐ کے چہار جانب بے شمار سوار اور پیدل مجمع دیکھا، اور آپ ہمارے درمیان تھے، آپ پر قرآن کریم نازل ہوتا تھا اور آپ اُس کے مَطالِب کو سمجھتے تھے.'' اور ہم لوگ ہر عمل میں آپ کی پیروی کرتے تھے۔

اور حضور ﷺ بَطْحَاء ثَنِیَّۂ عُلْیَا کی جانب سے مکہ مکرمہ میں اتوار کی صبح کو داخل ہوئے، اور بحالتِ اضطباع[3] طوافِ قُدوم کیا، تین شوط رَمَل[4] کے ساتھ کیے، چار شوط بغیر رَمَل کے کیے، پھر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، کچھ سعی پاپیادہ کی، جب ہجوم زیادہ ہو گیا تو باقی سعی سوار ہو کر پوری کی، اور حَجُون کی بالائی جانب میں آپؐ فروکش ہوئے[5]۔

---

(۱) مُفرِد وہ شخص ہے جو صرف حج کا احرام باندھے۔ (۲) پرانا کجاوہ۔ (۳) اضطباع: احرام کی حالت میں داہنا کندھا کھلا رکھنا۔ (۴) رمل: سینہ تان کر ذرا تیز چلنا۔ (۵) قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ آٹھویں ذی الحجہ کی تاریخ آئی تو آپؐ منیٰ تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ظہر عصر مغرب عشاء پڑھی، اور رات میں وہیں رہے، اور پھر صبح کی نماز بھی وہیں پڑھی، اور طلوع شمس کے بعد عَرَفات تشریف لے گئے، اور نَمِرہ [(۱)] میں آپ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا، وہاں آپ نے قیام فرمایا، زوالِ شمس کے بعد آپ نے خُطبہ دیا، اور ظہر وعصر کی نماز بیک وقت پڑھائی، اذان ایک کہی گئی اور اقامت دو بار، پھر موقف [(۲)] پر تشریف لائے، برابر اپنی ناقہ [(۳)] قُصویٰ پر سوار رہے، اور دعاء تہلیل تکبیر میں مشغول رہے۔

غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ کی جانب روانہ ہوئے [(۴)] رات وہاں گذاری صبح کی نماز ادا فرمائی، پھر قُزَح مَشْعَرِ حرام [(۵)] پر وقوف کیا، اور دعاء تکبیر تہلیل تسبیح کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اِسفار ہوگیا [(۶)] تو طلوعِ شمس سے پہلے ہی روانہ ہوگئے، جب وادیٔ مُحَسِّر [(۷)] میں پہنچے تو اونٹنی کو تیز چلایا، وہ تیز چلی، منیٰ پہنچ کر جمرۂ عَقَبہ کی سات کنکریوں سے رمی کی۔

پھر مَنحر [(۸)] کی طرف لوٹے، آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت

---

(۱) ایک وادی کا نام جو عرفات کا کنارہ ہے۔ (۲) یعنی جبلِ رحمت کے دامن میں۔ (۳) اونٹنی۔
(۴) اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا کی۔ (۵) قُزَح : مشعرِ حرام (یعنی مزدلفہ) میں ایک پہاڑ ہے۔ (۶) صبح کی روشنی پھیل گئی۔ (۷) مُحَسِّر (بکسر سین) : مزدلفہ اور منیٰ کے بیچ میں ایک گھاٹی ہے، کہا جاتا ہے کہ ہاتھیوں کے لشکر پر یہیں عذاب آیا تھا، حاجیوں کے لئے حکم ہے کہ یہاں سے تیزی سے گذریں۔ (۸) قربان گاہ۔

اسامہؓ تھے، ایک نے اونٹنی کی نکیل پکڑ رکھی تھی، دوسرے کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس سے آپؐ پر دھوپ سے حفاظت کے لئے سایہ کرر کھا تھا، نہ وہاں مارنا دھکیلنا تھا، نہ ''ہٹو بچو'' کا شور تھا۔

مَنحر میں پہنچ کر سَو اونٹوں کی قربانی کی، تریسٹھ کی اپنے دستِ مبارک سے، اور باقی کی حضرت علیؓ کے ذریعہ سے، اور اُن کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔

پھر بیت اللہ کی طرف تشریف لائے اور طواف سات شوط[1] کیا، پھر زمزم شریف پر تشریف لاکر پانی نوش فرمایا، پھر منیٰ تشریف لے گئے، اور دسویں تاریخ کا بقیہ وقت اور تشریق کے تین روز[2] وہاں پر قیام فرمایا، وہاں کے قیام میں ہر روز تینوں جمروں کی رمی پیدل سات سات کنکریوں سے کرتے تھے، جو جمرہ خیف سے قریب ہے پہلے اُس کی رمی کرتے، پھر وُسطیٰ کی، پھر عَقَبہ کی، اور پہلے اور دوسرے جمرہ کے پاس طویل دعاء بھی مانگتے تھے۔

پھر یوم النحر سے تیسرے روز منیٰ سے روانگی ہوئی، اور مُحَصَّب[3] میں آکر اُترے، وہاں ظہر عصر مغرب عشاء پڑھی، اور شب میں تھوڑا سا آرام فرمایا۔ اِسی شب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کرایا، جب وہ

---

(۱) سات چکر۔ (۲) یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ ۔ (۳) محصب: منیٰ سے مکہ مکرمہ کی جانب جانے والے راستہ پر ایک مقام ہے، آج کل جُمَیزہ کے نام سے مشہور ہے۔

عمرہ کر چکیں، تو روانگی کا حکم فرمایا، پھر طوافِ وداع فرما کر مدینہ منورہ کا رخ کیا))۔

آپؐ کے مکہ مکرمہ میں قیام اور ایام حج کی کل مدت دس روز ہے۔ میں (یعنی اصل مؤلف مُحب الدین احمد بن عبداللہ طبریؒ) نے آپ کے حج کے متعلق ایک مفصل کتاب تالیف کی ہے [1]، جس میں آپؐ کے مدینہ منورہ سے چلنے اور واپس تشریف لانے تک کے تمام احکام اور واقعات تفصیل سے اپنے علم کے مطابق بیان کئے ہیں۔

آپؐ کے کل عمرے چار ہیں، اور یہ سب ذی قعدہ میں ہوئے :

۱۔ عمرۃ حُدَیبِیَة : (۶ھ میں) اس سے مشرکین نے آپ کو روکا تھا، پھر اِس بات پر آپؐ سے صلح کی تھی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لائیں، اور مشرکین آپ کے لئے مکہ مکرمہ کو تین رات دن کے واسطے خالی کر کے پہاڑوں پر جا چڑھیں گے، آپ نے احرام کھولدیا، اور ستر اونٹ جن کو ساتھ لائے تھے ذبح کر دیئے، اُنہیں میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا جس [کی ناک میں] چاندی کا حلقہ پڑا ہوا تھا، اُس کے ذبح ہونے سے مشرکین کو غیظ پیدا ہوا۔

---

(۱) کتاب کا نام ''صَفوۃُ القِریٰ في ج... ...المصطفیٰ وطَوفه بأمّ القُریٰ'' ہے۔

۲۔ عمرۃ القضاء : یہ آئندہ سال (۷ھ میں) ہوا،اس کے لئے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، اور مکہ مکرمہ تشریف لائے،اور وہاں اس سے حلال ہوئے (۱) اور تین روز قیام فرمایا،اور حضرت میمونہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے قبل ازعمرہ نکاح کیا،اور تخلیہ نہیں کیا، بلکہ حضرت عثمانؓ کو پیغام دیکر بھیجا کہ : ''اگرتم لوگوں (۲) کی مرضی ہو،تو میں مزید تین روز تمہارے پاس قیام کر کے تمہارے لئے ولیمہ کروں،اوراپنی اہلیہ کے ساتھ شب باشی کروں'' انہوں نے جواب دیا کہ:ہمیں آپ کا ولیمہ نہیں چاہئے،بس آپ وہاں سے تشریف ہی لے جائیں۔ آپ وہاں سے چل کر سَرِف میں تشریف لائے جو کہ مکہ معظّمہ سے دس میل پر ہے (۳) وہاں آپ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ خلوت کی۔

۳۔ عمرۂ جِعْرَانہ : یہ ۸ھ میں ہوا،جب مکہ مکرمہ آپؐ نے فتح کیا اور طائف تشریف لے گئے،تو وہاں ایک مہینہ قیام فرمایا، پھر اس کو چھوڑکر دَحناء کی طرف لوٹے، پھر قَرنِ مَنازِل کی جانب، پھر نَخلہ کی جانب، یہاں تک کہ جِعرانہ تشریف لائے،تو [قبیلۂ ہوازن] (۴) آپؐ سے جا ملے،اور اسلام قبول کرلیا اور وہاں حضور اکرم ﷺ نے احرام باندھا،

---

(۱) یعنی عمرہ ادا کر کے احرام کھولا۔ (۲) یعنی مشرکینِ مکہ کی مرضی۔ (۳) یہ جگہ آج کل نواریۃ سے معروف ہے۔ (۴) ''خلاصۃ السیر'' کے نسخوں میں یہاں (اہل طائف) کا تذکرہ ہے،لیکن سیرت کی معتبر کتابوں میں عمرۂ جعرانہ کے موقع پر: قبیلۂ ہوازن کا مشرف باسلام ہونے کا تذکرہ ملتا ہے،البتہ اہلِ طائف نے تو اُس کے بعد سنہ ۹ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوکر حضور کی خدمت میں آکر اسلام قبول کیا تھا۔

اور بقصدِ عمرہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ماہِ ذی القعدہ کے ختم ہونے میں بارہ روز باقی رہ گئے تھے، اور آپؐ عمرہ سے رات ہی میں فراغت پاکر جعرانہ واپس تشریف لے آئے، اور صبح کے وقت وہاں ایسے موجود تھے جیسے رات میں بھی یہیں تشریف فرما رہے ہوں، اور مدینہ طیبہ کی جانب کوچ کیا۔

۴۔ عمرہ: جوکہ حج کے ساتھ اداء فرمایا۔

(فصل ٦)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "میں مُحَمّد ہوں، اور میں أحمد ہوں، اور میں مَاحِي ہوں میرے ذریعہ سے اللہ تعالی کفر کو محو فرماتے ہیں، اور میں حَاشِر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا، اور میں عَاقِب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

ایک روایت میں ہے کہ : ''میں مُقَفِّي[1] ہوں، اور نبيُّ التَّوبَه ہوں، اور نبيُّ المَرحَمَه ہوں''۔ ایک روایت میں ہے کہ : ''نبيُّ المَلْحَمَه ہوں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اپنی کتاب میں : بَشِیر، نَذِیر، سِراجٌ مُنیر، رَؤفٌ رَحِیم، رَحمَةٌ للعالَمِین، محَمّد، أحمد، طٰهٰ، یٰسٓ، مُزَّمّل، مُدَّثر تجویز فرمایا۔ اور ﴿ سُبحانَ الذي أسریٰ بِعَبدِهِ ﴾ میں عَبد تجویز فرمایا، اور ﴿ وَأنَّه لَمّا قَامَ عبدُاللّٰه یَدعُوهُ ﴾ میں عبدُاللّٰه فرمایا، اور ﴿ وقُل اِنّي أنَا النَّذِیرُ المُبِینُ ﴾ میں نَذِیرٌ مُبِین فرمایا، اور ﴿ اِنَّمَا أنتَ مُذَکّر ﴾ میں مُذَکّر فرمایا۔

اور حضورِ اکرم ﷺ کے بہت سے نام مذکور ہیں، اُن میں سے چند نام یہ ہیں : مُتَوَکّل، فَاتِح، خَاتَم، ضَحُوک، قَتَّال، أمِین، مُصطفیٰ، رسول، نبي، أُمّي، قُثَم، اور ظاہر ہے کہ اِن میں سے اکثر نام صفات ہیں۔

اور مَاحِي، حَاشِر، عَاقِب، مُقَفِّي کی شرح تو (عاقب) کے معنیٰ میں گذر چکی، (مَرحَمَه) کے معنیٰ رحمت کے ہیں، (مَلاحِم) کے معنیٰ حُروب[2]۔

---

(۱) مُقَفِّي : (مُ قَ فِّ يْ) عاقب کا ہم معنیٰ ہے۔

(۲) حروب : لڑائیاں۔

(ضَحُوک) آپ کی صفت توراۃ میں مذکور ہے، ابن فارس کہتے ہیں کہ:
آپ کا نام ضَحُوک اس لئے رکھا گیا کہ آپ خوش طبع اور ہنس مکھ تھے،
اور (قُثَم) دو معنی میں مستعمل ہے، ایک: عطاءِ کثیر، چونکہ حضور اکرم ﷺ
موسمِ برسات کی ہوا سے بھی زیادہ سخی اور جواد تھے، اِس لئے آپ کو قثم کہا گیا،
دوسرے: اُس کے معنی ہیں جمع کرنا، جو شخص خیر کا جمع کرنے والا ہو اُس کو قُثَم
اور قَثُوم کہتے ہیں، اور حضور اکرم ﷺ تو سب سے زیادہ اپنے اندر خیر
رکھتے تھے، اس لئے آپ کو قُثَم کہا گیا۔

(فصل ۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور حلیہ مبارک وغیرہ

حضور اکرم ﷺ مَیانہ قد لوگوں میں تھے، نہ زیادہ دَراز قد تھے، نہ
ایسے پَستہ قامت تھے کہ کوئی آنکھ آپ کی طرف سے اعراض کرکے دوسری
جانب راغب ہو، بلکہ آپ متوسط قد والے تھے، دونوں کندھوں کے درمیان کا
حصہ خوب کشادہ تھا۔

رنگ سفید تھا جس میں سرخی جھلکتی تھی، بعض نے کہا ہے کہ: اُس میں بجائے سرخی کے سُنہراپن تھا، خالص سفید چونے کی طرح نہیں تھا، نہ بالکل گندمی تھا جس میں سانولاپن ہو۔

بال مبارک گھونگھریالے تھے، جب دراز ہوتے تو کانوں کی لَو تک پہنچ جاتے، جب قصیر ہوتے تو کانوں کے نصف تک رہتے، سفیدی سر اور ریش مبارک میں بیس بالوں تک بھی نہیں پہنچی تھی۔

گردن مبارک گویا چمکدار صاف شفاف خوشنما چاندی یا ہاتھی دانت کی مورت تھی، چہرۂ اَنور روشن تھا جو کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، تمام اعضاء نہایت معتدل اور مناسب تھے، سر مبارک اچھا بڑا تھا، بال گنجان تھے، سر کے بال نہیں اُڑے تھے، چہرۂ مبارک دبلا نہیں ہوا تھا، بلکہ ہمیشہ تر وتازہ اور بارونق رہا۔

آنکھوں کی سیاہی نہایت عمدہ اور تیز تھی، مژگان[1] دراز تھیں، آواز میں قوت اور گرج تھی، گردن میں خوشنما درازی تھی، ریش مبارک گنجان تھی۔

خاموشی کے وقت آپؐ پر وقار طاری رہتا تھا، تکلم فرماتے وقت رونق اور نور کا غلبہ ہو جاتا، دور سے دیکھو تو آپ سب سے زیادہ بارونق اور جمیل

---

(۱) مژگان: پلکیں۔

نزدیک سے دیکھو تو سب سے زیادہ شیریں اور حسین، بات میں رس اور مٹھاس تھا، بات بہت زُود فہم [1] درمیانہ درجہ کی اور صاف ہوتی تھی، نہ بالکل مختصر نہ زیادہ لمبی، الفاظ گویا کہ بیش بہا موتی ہیں جو ایک ایک کر کے پروئے ہوئے ہیں۔

پیشانی مبارک کشادہ، اَبرو گنجان کشیدہ باریک، لیکن دونوں اَبرو ملے ہوئے نہیں تھے، بلکہ اُن کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کی حالت میں اُبھر آتی تھی۔ ناک بلندی مائل تھی، اُس پر ایک شعلہ نما چمک تھی، اول وہلہ [2] میں دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ کی ناک ہی اتنی اونچی ہے۔

آنکھ کی پُتلی خوب سیاہ تھی، رخسارِ مبارک ہلکے ہموار تھے، دہن مبارک کشادہ تھا، دندانِ مبارک آبدار تھے، سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی، سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے تلوار کی دھار، سینہ اور شکم مبارک پر اُس کے علاوہ بال نہیں تھے، کندھوں اور بازوؤں پر بال تھے۔

آپ جسیم تھے، اور بدن گھٹا ہوا تھا، آپ کا سینہ اور شکم دونوں ہموار تھے، سینہ چکنا اور صاف تھا، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، جسمِ مبارک

---

(۱) زودفہم : بیحد سمجھداری، باریک بینی، اور دانائی کی بات۔ (۲) اول وَہلہ : پہلی بار۔

کا کھلا ہوا حصہ چمکدار تھا، سینہ فراخ تھا، کلائیاں دراز تھیں، ہتھیلی کشادہ، ہاتھ اور پیر خوب گوشت سے پُر تھے، اُنگلیاں اچھی لمبی تھیں، قد مبارک بالکل سیدھا تھا، تلوے گہرے تھے، قدم چکنے اور صاف تھے، جن پر پانی کا کوئی قطرہ نہیں ٹھہرتا تھا۔

چلتے وقت قدم قوت سے اُٹھاتے اور کسی قدر آگے کو جھک کر تیزی اور نرمی سے چلتے تھے، چلتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی بلندی سے اُتر رہے ہیں۔ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے متوجہ ہوتے۔

آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جیسے مسہری کی گھنڈی ہو یا کبوتری کا بیضہ ہو، اُس کا رنگ جسم مبارک ہی جیسا تھا، اُس پر تل تھے۔ پسینہ مبارک ایسا تھا جیسے موتی، پسینہ مبارک کی خوشبو مُشکِ اَذفَر (۱) کی خوشبو سے زیادہ نفیس تھی۔

آپ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا تھا کہ: میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا شخص نہیں دیکھا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت براء بن عازِبؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اکرم ﷺ کو حلۂ حمراء (۲) پہنے ہوئے دیکھا تو آپ سے زیادہ حسین میں نے کوئی شے کبھی

---

(۱) مشک اَذفر : تیز خوشبو والا مشک۔ (۲) حُلۂ حمراء : سُرخ جوڑا۔

نہیں دیکھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور اکرم ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ کسی ریشم کو مس کیا[1] نہ دِیباج[2] کو، اور آپ کی خوشبو سے عمدہ کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ اور اُنہیں سے روایت ہے کہ: حضرت ابوبکرؓ جب آپ کو دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے :

أَمِينٌ مُصطَفىً بِالخَيرِ يَدعُو　　　كَضَوءِ البَدرِ زَايَلَهُ الظَّلَامُ

ترجمہ: آپ امانت دار ہیں، بَرگزیدہ ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں۔
جیسے چودھویں رات کے چاند کی روشنی سے تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ: حضرت عمرؓ، زُهَير بن أبي سُلْمَىٰ کا یہ شعر، جوکہ هَرِم بن سِنَان کی تعریف میں کہا ہے، پڑھا کرتے تھے :

لَو كُنتَ مِن شَيءٍ سِوىٰ بَشَرٍ　　　كُنتَ المُضِيءَ لِلَيلَةِ البَدرِ

ترجمہ: اگر آپ بشر کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتے، تو چودھویں رات کو روشن کرنے والے ہوتے۔

پھر حضرت عمرؓ اور اُن کے ہم مجلس کہتے کہ: یہ شان تو حضور اکرم ﷺ کی تھی، کسی اور کی نہیں تھی۔

---

(۱) مَس کیا : چھوا۔　　(۲) دیباج : ریشمی موٹا کپڑا۔

اورآپ کی شان میں آپ کے چچا ابوطالب کہتے ہیں :

وأبيَضُ يُستَسقَىٰ الغَمامُ بوَجهِهِ   ثِمَالُ اليَتامىٰ عِصمَةٌ لِلأرامِلِ

يُطِيفُ بِهِ الهُلَّاكُ مِن آلِ هاشِمٍ   فَهُم عِندَه في نعمَةٍ وفَضائلِ

ومِيزانُ حَقٍّ لا يَخِيسُ شَعِيرَةً   وَوِزَانُ عَدلٍ وَزنُهُ غيرُ عائِلِ

ترجمہ: آپ خوشنما سفید رنگ والے ہیں، آپ کی برکت سے بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے، آپ یتیموں پر رحم کرنے والے اور بیواؤں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

آلِ ہاشم کے ہلاک ہونے والے لوگ آپ کے پاس آ کر ٹھہرتے ہیں، تو وہ آپ کے پاس خوش عیشی اور فضائل میں ہیں۔

آپ حق کی ترازو ہیں، ایک جَو کی بھی کمی نہیں کرتے، اور انصاف کے ساتھ وزن کرنے والے ہیں، آپ کا وزن کرنا ذرا بھی زیادتی نہیں کرتا۔

صلَّى اللّٰه عليه وعلىٰ آله وأزواجِه وصحبِه وسلَّم.
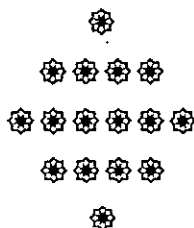
(فصل ۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ معنویہ

جس میں صحابہ کے ساتھ اخلاقِ کریمانہ، گذران، خود اپنے متعلق اور صحابہ کے ساتھ
برتاؤ، آپ کے بیٹھنے، عبادت کرنے، سونے، بات چیت کرنے، ہنسنے، کھانے پینے،
لباس، خوشبو، سرمہ، کنگھا کرنے، مسواک کرنے، حجامت، خوش طبعی فرمانے کا ذکر ہے

حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے خُلق کے متعلق دریافت کیا گیا؟ تو جواب دیا کہ: آپ کا خلق قرآن (پرعمل) تھا، جس سے قرآن ناراض اُس سے آپ ناراض، جس سے قرآن راضی اُس سے آپ راضی۔

آپ کا غصہ اور انتقام اپنے نفس کی خاطر نہیں ہوتا تھا، لیکن اللہ کے حرام کی ہوئی چیزوں کی ہتک [1] ہوتی تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے اور غصہ فرماتے، اور جب آپ غصہ فرماتے تو کوئی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

آپ کا سینہ مبارک سب سے زیادہ شجاعت وجرأت سے پُر تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: زیادہ سخت اور گھمسان کی لڑائی کے وقت ہم آپؐ کی پناہ میں اپنا بچاؤ تلاش کیا کرتے تھے۔

آپؐ سب سے زیادہ سخی اور جواد تھے، کبھی آپ نے سوال کے جواب

---

(۱) ہتک: مُحرمات کا ارتکاب۔

میں "لَا"[1] نہیں فرمایا، جود وسخا کا زیادہ زور ماہِ رمضان المبارک میں ہوتا تھا۔ دینار و دِرہم آپؐ کے دولت خانہ میں رات کو گذارہ نہیں کر سکتے تھے، اگر کبھی کچھ بچ گیا اور لینے والا نہیں مل سکا اور اُسی حالت میں رات ہوگئی، تو آپ شب باشی کے لئے دولت خانہ پر تشریف نہیں لاتے تھے، جب تک وہ بچا ہوا کسی حاجت مند کو دے کر فارغ البال نہ ہو جاتے۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرماتے آپ اُس میں صِرف [سال بھر کے خرچ کے لئے] اتنی مقدار رکھ لیتے جو آپ کے لئے انتہائی ضرورت کی حالت میں کفایت کرتی، وہ بھی بہت معمولی درجہ کی چیز جیسے کھجور اور جَو، اور باقی سب کا سب اللہ کی راہ میں صَرف[2] فرماتے، اور اپنی ذات کے لئے بطورِ ذخیرہ کچھ بھی نہ رکھتے تھے، پھر اپنے اہل کی بقدرِ حاجت روزی میں سے بھی اِیثار فرماتے، حتی کہ بسا اوقات سال بھر گذرنے سے بھی پہلے ہی پہلے وہ ختم ہو کر احتیاج پیدا ہو جاتی۔

آپؐ سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ پابندِ عہد، باوفا، سب سے زیادہ نرم طبیعت تھے، آپؐ کا قبیلہ سب سے زیادہ باکرامت تھا[3]، آپ مخدوم و مُطاع تھے کہ خُدام خدمت کے متمنی اور اطاعت کے لئے بَسر وچشم

(۱) انکار۔ (۲) خرچ۔ (۳) یہ (وأکرمهم عَشِيرةً) کا ترجمہ ہے، ایک روایت میں (وأکرمهم عِشْرَةً) آیا ہے، جس کے معنی ہیں: صحبت میں نیکوترین تھے۔

حاضر تھے۔

آپ تُرش رُو سخت مزاج نہیں تھے۔آپ عظیم القدر اور معظّم تھے، سب سے زیادہ حلیم [1] تھے۔ پردہ نشین کنواری سے زیادہ باحیا تھے، کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے، نیچی نگاہ رکھتے تھے، نظر مبارک زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی، آسمان کی طرف کم اُٹھتی تھی ، عامۃً گوشۂ چشم سے جلدی سے دیکھنے کی عادت تھی۔

سب سے زیادہ متواضع ،منکسر المزاج تھے، غنی ،فقیر، شریف، ادنیٰ، حُر، عبد، جو بھی دعوت پیش کرتا قبول فرمالیتے ، فتحِ مکہ کے روز جب حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو قبولِ اسلام کے واسطے خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے، تو ارشاد فرمایا کہ: ''اِن بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی! ان کو وہیں رہنے دیتے، میں خود اُن کے مکان پر اُن کے پاس چلا جاتا'' جواب میں عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں، اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت کے یہی زیادہ مستحق ہیں۔

آپؐ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تھے، پانی کا برتن شفقۃً بلی کے سامنے جھکا دیتے تھے، جب تک وہ سیراب نہ ہوجائے برتن ہٹاتے نہ تھے،

---

(۱) حلیم : بُردبار اور نرم دل۔

عین نماز کی حالت میں کسی بچہ کی رونے کی آواز سُنتے، اور اس کی ماں آپ کے پیچھے نماز میں ہوتی، تو آپ شفقۃً نماز میں تخفیف فرما دیتے۔

آپؐ سب سے زیادہ عفیف تھے، اپنی منکوحہ، مَحرم، باندی کے علاوہ کسی عورت کو دستِ مبارک نے نہیں چُھوا۔

اپنے اصحاب کا اکرام کرنے میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے، کبھی کسی مجلس میں آپ کو کسی کی طرف پیر پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا، جب ان کے لئے جگہ میں تنگی ہو جاتی، تو آپؐ (سکڑ کر) ان کے لئے گنجائش نکال لیتے، آپ کے گھٹنے کبھی کسی ہم نشیں کے گھٹنوں سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔

جو شخص اچانک آپؐ کو دیکھتا، تو غیر معمولی وقار کی وجہ سے ہیبت زدہ ہو جاتا، اور جو شخص میل جول کر کے آپ سے ربط پیدا کرتا، تو انتہائی کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ کی وجہ سے آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

آپ کے رفقاء آپؐ [کی صحبت میں آپ کے ارد گرد جمع رہتے] تھے، اگر آپ کچھ فرماتے تو سب سننے کے لئے خاموش ہو جاتے، اگر کوئی حکم دیتے تو سب تعمیل کے لئے پُھرتی کرتے۔ آپ اپنے اصحاب کو چلتے وقت آگے بڑھا کر خود پیچھے ہو جاتے، جو بھی ملتا آپ ابتداء بالسلام فرماتے۔

فرمایا کرتے تھے کہ: '' میری تعریف میں مُبالغہ مت کرو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ نے مُبالغہ کیا، میں صرف بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو ''۔

آپ جس قدر اپنے گھر والوں کی خاطر تجمُّل فرماتے، تو اصحاب کی خاطر اُس سے زیادہ تجمل فرماتے، اور ارشاد فرمایا کرتے کہ : '' اللہ پاک اپنے بندے کی اِس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب اپنے بھائیوں سے ملاقات کے لئے نکلے، تو لباس وغیرہ ٹھیک کر کے تجمل کے ساتھ نکلے ''۔

آپ اپنے اصحاب سے بے فکر اور بے خبر نہ رہتے، بلکہ اُن کی دیکھ بھال کرتے، اور ان کے حالات کی خیر وخبر دریافت فرمایا کرتے تھے، بیمار کی عیادت کرتے، مسافر کے لئے غائبانہ دعا فرماتے، مرنے والے پر اِنّا لِلّٰہ پڑھ کر دعا فرماتے، اور جس کو یہ خیال ہوتا کہ آپ جی میں اُس سے کچھ ناراض ہیں، تو آپ خود فرماتے کہ : '' شاید فلاں شخص کسی بات کی وجہ سے ہم سے ناراض ہے، یا ہمارا کوئی قصور اُس نے دیکھا ہے، چلو اُس کے پاس ہو کر آئیں '' پھر آپ اُس کے مکان پر تشریف لاتے۔ آپ کبھی صحابہ کے باغوں میں بھی تشریف لے جاتے، اور جو شخص وہاں آپ کی ضیافت کرتا تو کچھ نوش بھی فرما لیتے۔

آپ اہلِ عزت وشرف سے اُلفت رکھتے، اور اہلِ علم وفضل کا اکرام فرماتے تھے، اور پیشانی مبارک پر بَل کسی سے بھی ناراض ہوکر نہیں ڈالتے تھے، اور دُرشتی وسخت گیری کا برتاؤ کسی کے ساتھ بھی نہیں کرتے تھے، بغیر پیشگی احسان کے کسی کی ثناء وتعریف کو قبول نہیں فرماتے تھے، عُذر خواہ کے عذر کو قبول کرلیتے تھے، حق کے معاملہ میں آپ کے نزدیک: قوی، ضعیف، قریب، بعید، سب یکساں تھے۔

آپ کسی کو اپنے پیچھے چلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''یہ جگہ ملائکہ کے لئے چھوڑ دو'' اور بحالتِ سواری کسی کو اپنے ہم رکاب پیدل چلنے کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے، بلکہ اُس کو بھی اپنے ساتھ سوار کرلیتے تھے، اگر وہ انکار کرتا تو فرماتے کہ: ''جہاں جانا ہو مجھ سے آگے چلے جاؤ''۔

قُبا تشریف لے جانے کے لئے ننگی کمرِ حمار(۱) پر آپؐ سوار ہوئے، اور حضرت ابو ہریرہؓ آپ کے ساتھ تھے، تو ارشاد فرمایا کہ: ''اچھا آجاؤ، تم بھی سوار ہوجاؤ'' حضرت ابو ہریرہؓ میں کافی وزن تھا، چڑھنے کے لئے اُچھلے مگر نہیں چڑھ سکے، تو حضور ﷺ کو لپٹ گئے، جس سے دونوں گرے، پھر

(۱) یعنی سواری کی کمر پر کوئی زین کجاوہ وغیرہ، جو عادۃً سواری کے لئے ڈالا جاتا ہے، نہیں تھا، اور یہ کمالِ تواضع کی علامت ہے۔

سوار ہوئے اور فرمایا کہ: ''ابو ہریرہ! تمہیں بھی سوار کرلوں؟'' عرض کیا: جیسے رائے عالی ہو، فرمایا کہ: ''اچھا چڑھ جاؤ'' وہ نہیں چڑھ سکے بلکہ حضورؐ کو ساتھ لے کر گرے، آپؐ نے پھر سوار کرنے کے لئے پوچھا؟ تو ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ: اُس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، کہ تیسری دفعہ میں آپ کو نہیں گراؤں گا، لہٰذا اب سوار نہیں ہوتا۔

حضور اکرم ﷺ کے باندیاں غلام بھی تھے، مگر آپ لباس وطعام میں اُن سے برتر ہوکر نہیں رہا کرتے تھے، اور جو بھی آپ کی خدمت کرتا آپ بھی اس کی خدمت فرماتے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے تقریباً دس برس آپ کی خدمت کی، خدا کی قسم سفر حضر جہاں بھی مجھے خدمت کا موقع ملا ہے، تو جس قدر میں نے آپ کی خدمت کی آپ نے اُس سے زیادہ میری خدمت کی ہے، اور مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایا، اور جو کام بھی میں نے کرلیا اُس پر کبھی نہیں فرمایا کہ: ایسا کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہیں کیا اُس پر کبھی نہیں فرمایا کہ: فلاں کام کیوں نہیں کیا؟

حضور اقدس ﷺ کسی سفر میں تھے کہ ایک بکری پکانے کی تجویز ہوئی، ایک شخص نے کہا کہ: اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرا بولا کہ: اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ، تیسرے نے کہا کہ: اس کا پکانا میرے ذمہ، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''لکڑیاں اِکھٹا کرنا میرے ذمہ ہے'' آپ کے رفقاء نے عرض کیا کہ: حضور! یہ بھی ہم ہی آپ کی طرف سے کرلیں گے، آپ نے فرمایا کہ: ''ہاں، مجھے معلوم ہے کہ تم میری طرف سے کرلو گے، لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہے کہ میں اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہوں، اور اللہ پاک کو (بھی) ناپسند ہے اپنے بندے کی یہ بات کہ وہ اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہے'' [پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے، اور خود لکڑیاں جمع فرمائیں]۔

حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں نماز کے لئے اُترے اور مصلے کے طرف بڑھے، پھر لوٹے، عرض کیا گیا کہ: کہاں کا ارادہ فرمالیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ: ''اپنی اونٹنی کو باندھتا ہوں'' عرض کیا کہ: اتنے سے کام کے لئے حضور کو تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم خدام ہی اس کو باندھ دیں گے، ارشاد فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے لوگوں سے مدد طلب نہ کرے، اگرچہ مسواک توڑنے میں ہو''۔

ایک روز آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھجوریں نوش فرما رہے تھے، کہ صہیبؓ آشوبِ چشم (۱) کی وجہ سے ایک آنکھ کو ڈھانکے ہوئے آگئے، سلام کر کے کھجوروں کی طرف جھکے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : '' آنکھ تو دکھ رہی ہے اور شیرینی کھاتے ہو؟ '' عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اپنی اچھی آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں، اس پر حضور کو ہنسی آگئی۔

ایک روز رُطَب (۲) نوش فرما رہے تھے، کہ حضرت علیؓ آگئے، اُن کی آنکھ دکھ رہی تھی ، وہ بھی کھانے کے لئے قریب ہوگئے، ارشاد فرمایا کہ : '' آشوبِ چشم کی حالت میں بھی شیرینی کھاؤ گے؟ '' وہ پیچھے ہٹ کر ایک طرف جا بیٹھے، حضور ﷺ نے اُن کی طرف دیکھا تو وہ بھی حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے، آپؐ نے اُن کی طرف کھجور پھینک دی، پھر ایک اور پھر ایک، اور اسی طرح سات کھجوریں پھینکیں فرمایا کہ : '' تم کو کافی ہیں، جو کھجور طاق عدد کے موافق کھائی جائے وہ مُضر (۳) نہیں ''۔

ایک دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ثرید (۴) کا ایک پیالہ آپ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا، جب (کہ) آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے، حضرت عائشہؓ نے اس کو پھینک کر توڑ دیا، حضور ﷺ اس کو

---

(۱) آنکھ کا دکھنا۔ (۲) تازہ کھجور۔ (۳) نقصان دہ ۔ (۴) شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کا ایک مزیدار کھانا، جو آپؐ کو بہت مرغوب تھا۔

پیالہ میں اکٹھا کرنے لگے اور فرمانے لگے : '' تمہاری ماں کو غیرت آ گئی غیرت آ گئی ''۔

ایک دفعہ رات کو آپؐ نے اپنی بیبیوں کو قصہ سنایا، ایک نے اُن میں سے کہا کہ: یہ تو ایسی بات ہے جیسی خُرافہ کی بات! آپ نے فرمایا : '' جانتی بھی ہو خُرافہ کیا تھا؟ خُرافہ قبیلۂ عُذرہ کا ایک آدمی تھا، زمانۂ جاہلیت میں جنات نے اسے قید کرلیا تھا، وہ زمانۂ دراز تک اُن میں رہا، پھر وہ اسے انسانوں میں چھوڑ گئے تھے، اور جو کچھ عجائبات اس نے وہاں دیکھے تھے وہ لوگوں سے بیان کیا کرتا، تو لوگ کہا کرتے کہ: یہ تو خُرافہ کی بات ہے ''۔

جب آپ دولت خانہ میں تشریف لے جاتے تو وہاں کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرمادیتے، ایک حصہ: اللہ کی عبادت کے لئے، ایک حصہ: اپنے نفس کے لئے، ایک حصہ: اپنے اہل کے لئے، پھر جو حصہ اپنے نفس کے لئے تجویز فرماتے، اُس کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے، اور خواص کے ذریعہ سے اس وقت میں عوام کی حاجات پوری فرماتے۔

جو وقت آپ نے امت کے لئے تجویز فرمایا تھا، اس میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ: [اُن آنے والوں میں] اہلِ فضل کو [حاضری کی اجازت میں] ترجیح دیتے تھے، اور جس قدر دین کے اعتبار سے کسی کو فضیلت ہوتی اسی قدر اُس پر

وقت بھی زیادہ صرف فرماتے، کسی کی ایک حاجت، کسی کی دو، کسی کی زائد، آپ اُن میں لگے رہتے، اور دیگر صحابہ کو بھی مشغول فرمالیتے، اور حوائج پورا کرنے کی ہدایت دیتے، اور تدبیریں بیان فرماتے رہتے، اور ارشاد فرماتے کہ : '' جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچادے، اور ایسے لوگوں کی حاجات مجھ تک پہنچادو جو خود نہیں پہنچاسکتے، جو شخص سلطان تک ایسے شخص کی حاجت پہنچادے جو خود نہ پہنچاسکتا ہو، تو اللہ پاک قیامت کے روز اس کو ثابت قدم رکھیں گے '' اور حضور ﷺ کے سامنے اسی قسم کی چیزوں کا ذکر ہوتا تھا، اور اس کے علاوہ دوسری باتیں وہاں قبول نہ ہوتی تھیں۔

لوگ طلبِ علم کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے، اور ایک عجیب ذوق لے کر نکلتے، دوسروں کے لئے دلیل خیر اور ہادی بن کر نکلتے تھے۔

آپؐ اپنے صحابہ میں اُلفت پیدا فرماتے تھے، نفرت سے بچاتے تھے، قوم کے ہر کریم کا اکرام فرماتے، اور اُسی کو اُن پر والی بناتے تھے، قوم کے بہترین افراد کو آپ سے زیادہ قرب ہوتا تھا، آپ کے نزدیک افضل وہ تھا جو عام خیر خواہی اور نصیحت کرتا، آپ کے نزدیک بڑا رتبہ اس کا تھا جو مُواساۃ[1] اور غم خواری زیادہ بہتر طریق پر کرتا۔

---

(۱) مدد اور اظہارِ ہمدردی۔

آپ کی نشست و برخواست بغیر ذکرِ الٰہی کے نہیں ہوتی تھی، جب آپ کسی مجلس میں تشریف لے جاتے، تو کنارۂ مجلس ہی بیٹھ جاتے، صدر مقام پر پہنچنے کی کوشش نہ فرماتے، اور اسی کی دوسروں کو بھی تاکید فرماتے، اور تمام شرکاءِ مجلس کو حصہ مجلس عطا فرماتے، اور آپ کے حسنِ معاشرہ کی بنا پر ہر شریکِ مجلس یہ سمجھتا تھا کہ میرا اِکرام سب سے زیادہ فرمایا ہے۔

جب کوئی شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہو بیٹھتا، تو جب تک وہ خود نہ اُٹھے آپؐ نہ اُٹھتے، اِلا یہ کہ کوئی جلدی کا کام درپیش ہو، تو اُس سے اجازت لے لیتے، کسی سے کوئی ایسا برتاؤ نہ فرماتے جو اس کے لئے باعثِ گرانی ہو۔

کبھی کسی خادم کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو مارا، بلکہ کسی کو بھی علاوہ جہاد کے نہیں مارا۔

آپ صلہ رحمی فرماتے، مگر اس سے افضل و اعلیٰ پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔

بُرائی کا بدلہ بھی بُرائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ معاف اور درگذر فرماتے تھے۔

بیماروں کی عیادت فرماتے، مساکین سے محبت اور مجالست رکھتے تھے، ان کے جنازوں میں شریک ہوتے، کسی کو فقر کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے، کسی بادشاہ سے بادشاہت کی بنا پر مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

نعمتِ خداوندی کی تعظیم فرماتے تھے، اگرچہ وہ کم ہو، اور کسی طرح اس

کی مذمت (۱) کے روادار نہیں تھے۔

پڑوسی کے حق کی حفاظت فرماتے، مہمان کا اکرام کرتے، اور اکرام کی خاطر اپنی چادر اس کے لئے بچھا دیتے، جس مُرضعہ (۲) نے آپ کو دودھ پلایا تھا، ایک روز وہ آگئی تو آپ نے اپنی چادر اس کے لئے بچھائی، اور مَـرْحَبا کہہ کر اُس پر اس کو بٹھایا۔

سب سے زیادہ تبسم فرماتے، اور سب سے زیادہ بشاش اور ہنس مکھ رہتے، حالانکہ آپؐ مُتَوَاصِلُ الأَحزَان دَائِمُ الفِکْر (۳) تھے، آپ کا جو وقت بھی گذرتا، اللہ کے کسی عمل میں گذرتا، یا اپنی حوائج ضروریہ میں، یا اپنے اہل کی ضروریات میں۔ جب بھی آپ کو دو چیزوں پر اختیار دیا گیا، تو آپ نے امت پر شفقت ورحم کی خاطر ہلکی اور آسان چیز کو اختیار فرمایا، البتہ قطع رحمی سے حد درجہ اجتناب فرمایا۔

آپؐ اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے، اور اپنے کپڑے میں پیوند بھی خود ہی لگا لیتے، گھر کے معمولی چھوٹے کام بھی کر لیتے، گوشت بھی سب کے ساتھ بیٹھ کر کاٹ لیتے تھے، گھوڑے، خچر، گدھے پر سوار بھی ہو جاتے، اپنے پیچھے اپنے غلام یا کسی اور کو بھی بٹھا لیتے، اپنے گھوڑے کا منھ اپنی آستین اور چادر کے پلے

---

(۱) عیب نکالنا اور بُرائی کرنا۔ (۲) دایہ، دودھ پلانے والی۔ (۳) امت کے لئے ہمیشہ غمگین اور فکر مند۔

سے پونچھ لیتے۔ لاٹھی پر ٹیک لگاتے، اور ارشاد فرماتے کہ: ''لاٹھی پر ٹیک لگانا اخلاقِ انبیاء میں سے ہے'' بکریاں بھی چَراتے اور فرماتے کہ: ''ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں''۔

نبوت عطا ہونے کے بعد آپؐ نے اپنا عقیقہ بھی کیا، اور اپنے گھر کے کسی بچہ کے عقیقہ کو ترک نہیں کیا، پیدائش سے ساتویں روز بچے کا سر مونڈتے، اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کو فرمایا کرتے تھے۔

فالِ نیک کو آپ پسند فرماتے تھے، اور بد فالی کو ناپسند، اور ارشاد فرماتے کہ: ''ہم میں سے ہر شخص اپنے جی میں بد فالی کا اثر پاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اس کو کھودیتے ہیں''۔ جب آپ کو کوئی پسندیدہ چیز پیش آتی، تو فرماتے: ''الحَمدُ لِلّٰه رَبّ العالَمِين'' اور جب ناگوار چیز پیش آتی تو فرماتے: ''الحَمدُ لِلّٰه علیٰ کُلّ حالٍ''۔

اور جب کھانا بعدِ فراغت آپ کے سامنے سے اُٹھایا جاتا، تو فرماتے: ''الحَمدُ لِلّٰه الذِي أطعَمَنا وسَقَانا وآوانا وجعَلَنا مُسلِمين ''[1] اور یہ فرمانا بھی منقول ہے: ''الحَمدُ لِلّٰهِ حَمداً كثيراً طيّباً مُبارَكاً فيه، غيرَ مَكْفِيّ وَلَا مُوَدَّع ولا مُسْتَغْنَىً عنه رَبَّنا''۔

(۱) (وَجَعَلَنا مِنَ المُسْلِمِينَ) والی روایت، حدیث شریف کی کسی کتاب میں مجھے نہیں ملی۔

جب آپ کو چھینک آتی، تو آواز پست فرماتے، اور ہاتھ یا کپڑے سے چہرۂ مبارک کو چھپا لیتے، اور " الحمدُ لِلّٰہ " فرماتے۔

آپ کی نشست اکثر قبلہ رو ہوتی، اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر کے اس طرح بیٹھتے کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں ڈال کر گویا رانوں اور گھٹنوں کو باندھ دیا ہے۔ ذکر زیادہ کرتے، بے فائدہ بات نہ فرماتے، نماز طویل اور خطبہ مختصر فرماتے، ایک ایک مجلس میں سوسو دفعہ استغفار پڑھتے۔

شروع شب میں سو جاتے، پھر اخیر شب میں قیام فرماتے، پھر وتر پڑھتے، اور اپنے بستر پر تشریف لاتے، پھر جب اذان سنتے فوراً اُٹھتے، اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، ورنہ وضو کر کے نماز کے لئے تشریف لے جاتے، نمازِ نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھتے، اور کبھی بیٹھ کر بھی پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپؐ نے وفات سے پہلے اکثر بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔ اور آپ کے اندرون سے نماز کی حالت میں رونے کی وجہ سے ایسی آواز سُنائی دیتی تھی، جیسی ہانڈی کے جوش کی آواز۔

پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے، اور ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے، اور یومِ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھتے، اور جمعہ کو کم افطار

فرماتے، اور آپ کے روزوں کی کثرت شعبان میں ہوتی تھی۔

آپ کی آنکھیں سویا کرتی تھیں اور قلبِ مبارک انتظارِ وحی میں جاگتا رہتا تھا، سوتے وقت سانس کی آواز ہوتی تھی، خراٹے نہیں لیتے تھے، جب خواب میں کوئی ناگوار چیز دیکھتے تو فرماتے: "هُو اللّٰه لا شَرِيكَ لَهُ"۔

جب سونے کے لئے لیٹتے تو داہنی ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھتے، اور پڑھتے: "رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَومَ تَبعَثُ عِبَادَكَ" اور یہ بھی پڑھتے: "اللّٰهُمَّ بِاسمِكَ أمُوتُ وأحيَا" اور جب بیدار ہوتے تو پڑھتے: "الحَمدُ للّٰهِ الذي أحيَانَا بَعدَ مَا أماتَنَا وإلَيه النُّشُورُ"۔

جب گفتگو فرماتے تو نہایت واضح کلام فرماتے، یہاں تک کہ پاس بیٹھنے والا اس کو یاد کر لیتا، اور بات کو تین دفعہ فرماتے تا کہ پورے طور پر سمجھ میں آجائے، زبان مبارک کو محفوظ رکھتے، بلا حاجت کے کلام نہ کرتے، اور کلام فرماتے تو جوامع الکلم فرماتے، آپ کا کلام فصل ہوتا تھا، جس میں نہ مقصود سے زیادتی ہوتی نہ کمی، کبھی بطورِ مثال کے کوئی شعر بھی پڑھتے، یہ شعر بھی پڑھتے:

☆ وَيَأتِيكَ بِالأَخبَارِ مَن لَم تُزَوِّدِ ☆

ترجمہ: عنقریب ظاہر کر دے گا تیرے لئے زمانہ اگر تو جاہل ہے، اور لے آئے گا تیرے پاس خبریں وہ شخص جس کو تو نے توشہ نہیں دیا۔

اس کے علاوہ اور بھی شعر آپ نے پڑھا ہے۔

آپ کی ہنسی عام طور پر مسکراہٹ کی صورت سے ہوتی تھی، اور کسی عجیب چیز کی وجہ سے آپ کو ہنسی بھی آ گئی اور دَندانِ مبارک ظاہر ہو گئے، مگر کِھل کِھلا کر قہقہہ کی طرح آپ نہیں ہنستے تھے۔

کبھی کسی کھانے کا آپ نے عیب نہیں بیان فرمایا، رغبت ہوئی تو نوش فرمالیا، ورنہ نہیں۔ آپ تکیہ لگا کر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے، نہ خوان پر نوش فرماتے تھے۔ کسی مُباح [1] چیز سے بلا وجہ انکار نہ فرماتے، ہدیہ نوش فرماتے اور اُس کی مُکافات [2] فرماتے، صدقہ نوش نہیں فرماتے تھے، کھانے پینے میں کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے، جو مل جاتا نوش فرمالیتے، کھجور مل جاتی وہی نوش فرمالیتے، روٹی ملتی، گوشت ملتا، وہی نوش فرمالیتے، دودھ ملتا تو اسی پر اکتفا فرمالیتے، چپاتی تو وفات تک نوش نہیں فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور جَو کی روٹی بھی سیر ہو کر نوش نہیں فرمائی، آپ کے گھر والوں پر ایک مہینہ اور دو مہینے کا عرصہ گذر جاتا اور آپ کے کسی گھر میں آگ تک جلنے کی نوبت نہ آتی، اُن کا گذران کھجور اور پانی پر تھا۔

---

(۱) مباح : جائز۔ (۲) مکافات : بدلہ دینا۔

بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، حالانکہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائیں، مگر آپ نے ان کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور ان کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار فرمایا۔

آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو دریافت فرماتے کہ: ''کچھ کھانے کو ہے؟'' وہ عرض کرتیں کہ: کچھ نہیں، تو آپ فرماتے کہ: ''اچھا میرا روزہ ہے''۔ ایک روز تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک ہدیہ آیا ہے، آپ نے فرمایا کہ: ''کیا ہے'' عرض کیا کہ: حَیس [1] ہے، ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے تو روزہ کی نیت کرلی تھی'' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پھر آپؐ نے نوش فرمایا۔

آپؐ نے روٹی سرکہ سے بھی نوش فرمائی، اور فرمایا: ''سرکہ بڑا اچھا سالن ہے''۔ آپ نے مرغی اور تیتر کا گوشت بھی نوش فرمایا، لوکی رغبت سے نوش فرماتے تھے، بکری کا بونگ [2] کا گوشت بھی مرغوب تھا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ''بہترین گوشت، کمر کا گوشت ہے''۔ ارشاد فرمایا ہے کہ:

---

(۱) کھجور، ستو، اور گھی سے تیار شدہ ایک قسم کا کھانا۔ (۲) بکری کے دست کا گوشت۔

''روغنِ زیتون کھاؤ اور اسے مالش میں بھی استعمال کرو، یہ شجرۂ مبارکہ سے نکلا ہے''۔ آپ کو کُھرچن بھی مرغوب تھی، آپ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے اور اُن کو چاٹ بھی لیتے۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا زوجۂ ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن اور ابن عباس اور ابن جعفر (رضی اللہ عنہم) اُن کے پاس آئے، اور فرمائش کی کہ: ہمارے لئے ایسا کھانا تیار کرو جو حضور ﷺ کو مرغوب تھا اور خوش ہو کر اُسے نوش فرمایا کرتے تھے، وہ کہنے لگیں کہ: بیٹھو، وہ کھانا آج ہمیں مرغوب نہیں [1] انہوں نے کہا کہ: نہیں ضرور تیار کرو، چنانچہ وہ اٹھیں اور جَو پیس کر ایک ہانڈی میں ڈالدئے اور اوپر سے کچھ روغنِ زیتون ڈال دیا، اور سیاہ مرچ اور لونگ کوٹ کر اس پر چھڑک دی، اور سامنے لاکر رکھ دیا، اور کہا: یہ کھانا حضور ﷺ کو مرغوب تھا اور خوش ہو کر اسے نوش فرمایا کرتے تھے۔

[آپ نے جو کی روٹی خشک کھجور سے نوش فرمائی، اور فرمایا: ''یہ (یعنی کھجور) اس کا سالن ہے'' اور تربوز تَر کھجور سے، اور ککڑی تَر کھجور سے، اور چھوہارہ مکھن سے، اور آپ کو شیرینی و شہد مرغوب تھا۔

آپ پانی بیٹھ کر پیا کرتے، اور بسا اوقات کھڑے ہو کر پیا، اور آپ پانی پینے کے درمیان پانی کے برتن کو تین بار منہ سے جدا کر کے سانس لیتے،

---

(۱) ایسا کھانا تو تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے، ابھی اُسے دیکھ کر تو بھوک اُڑ جائے گی۔

اور جب چاہتے کہ بچا ہوا پانی صحابہ کو عنایت فرماویں، تو اپنی داہنی جانب سے ابتدا فرماتے۔][1]

آپؐ نے دودھ پیا اور ارشاد فرمایا کہ : ''جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی کھانا عطا فرمائے تو اس طرح دعا کرے : اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْه ، اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ اس طرح دعا کرے : اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَافِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ، اور فرمایا کہ : ''دودھ کے علاوہ کوئی چیز کھانے اور پینے دونوں کے قائم مقام نہیں ہوتی''۔

آپؐ صوف کا لباس بھی استعمال فرماتے، اور پیوند لگی ہوئی جوتی بھی پہن لیتے تھے۔ لباس میں کوئی خاص اہتمام نہیں فرماتے تھے، جو مل جاتا پہن لیتے، کبھی پرانی چھوٹی چادر، کبھی یمانی سبز سُرخ چادر، کبھی صوف کا جُبّہ، سِبْتِـــي[2] جوتہ پہنتے تھے، اور اسی میں وضو بھی کر لیتے۔ آپ کے جوتوں میں دو تسمے تھے، پہلا وہ شخص جس نے جوتے میں ایک گرہ لگائی حضرت عثمانؓ ہیں۔ یمنی چادر آپؐ کو زیادہ پسند تھی جس میں سفیدی اور سرخی ہوتی تھی۔ کپڑوں میں کرتہ آپؐ کو زیادہ پسند تھا۔

جب کوئی نیا کپڑا استعمال فرماتے تو اس کا نام لیکر: عمامہ یا کرتہ یا چادر، یہ دعا پڑھتے: ''اللّٰهُمَّ لَكَ الحَمْدُ كَمَا أَلْبَسْتَنِيهِ ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا

(۱) اس عبارت کا اضافہ (خلاصۃ السیر عربی) سے کیا گیا ہے۔ (۲) سبتی جوتہ : بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ ۔

صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَه ''۔

آپؐ کو سبز دھاری کا کپڑا بھی پسند تھا، آپ کو یہ بات بھی پسند تھی کہ آپ کے کرتہ کی گُھنڈی[1] کھلی رہے، کبھی محض صوف کا کمبل آپ نے اوڑھا اور اس میں نماز پڑھی، کبھی صرف لنگی باندھ کر بغیر کسی دوسرے کپڑے کے آپ نے نماز پڑھی، اور لنگی اس طرح باندھی کہ اس کے دونوں کنارے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان باندھ لئے۔

عمامہ کے نیچے آپؐ ٹوپی بھی پہنتے، اور کبھی صرف ٹوپی پہنتے بغیر عمامہ کے، اور کبھی صرف عمامہ استعمال کرتے بغیر ٹوپی کے۔ لڑائی کے موقع پر کانوں والی ٹوپی استعمال فرماتے، کبھی اس ٹوپی کو اتار کر سامنے رکھتے اور سُترہ[2] بنا کر نماز پڑھتے، کبھی بلا ٹوپی بلا عمامہ بلا چادر پیدل چل کر مدینہ منورہ کے آخری حصہ تک جا کر بیماروں کی عیادت کرتے۔

آپؐ عمامہ باندھتے تھے اور شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میرے آپؐ نے عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھوں پر چھوڑا، اور فرمایا کہ: '' عمامہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فرق کرنے والا ہے ''۔ جمعہ کے روز آپ عمامہ باندھتے اور سرخ

---

(۱) گھنڈی: گریبان کا بٹن۔ (۲) سُترہ: اپنے سامنے آڑ کے طور پر۔

دھاری والی چادر اوڑھتے تھے۔

آپؐ چاندی کی انگوٹھی پہنتے، اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا، اس کا نقش ''مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہ'' تھا، یہ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی میں ہوتی تھی، کبھی بائیں ہاتھ میں بھی پہنتے تھے، اس کا نگ ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا۔

آپؐ کو خوشبو مرغوب تھی، بدبو سے نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے میری لذت عورتوں اور خوشبو میں رکھدی ہے، اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنادی''۔ غالیہ اور مُشک کی خوشبو استعمال فرمایا کرتے، حتیٰ کہ اس کی چمک سر مبارک میں مانگ کی جگہ محسوس ہوا کرتی تھی، عود بھی سلگایا کرتے اور اس پر کافور بھی ڈالتے تھے، شبِ تاریک میں خوشبو کی مہک کی وجہ سے پہچان لئے جاتے تھے۔

اِثمِد کا سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے، ہر شب تین تین سَلائی ہر آنکھ میں لگاتے، کبھی تین داہنی آنکھ میں اور دو بائیں میں، روزہ کہ حالت میں بھی سرمہ لگایا ہے، اور فرمایا کرتے تھے کہ: ''اِثمِد کا سُرمہ لگایا کرو، وہ بینائی کو جلا دیتا ہے، اور بالوں کو اُگاتا ہے''۔ سر اور ریش مبارک میں تیل کثرت سے لگاتے، اور کنگھا تیسرے روز کرتے، کنگھا کرنے، جوتہ پہنے، پاکی حاصل کرنے، بلکہ تمام کام داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے۔

آئینہ بھی دیکھا کرتے ،کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پیالہ میں پانی رکھا ہوتا تو اس میں دیکھ کر بالوں کو درست فرما لیتے ۔ سفر میں یہ چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتی تھیں : تیل کی شیشی ، سرمہ دانی ، آئینہ، کنگھا، قینچی، مسواک ،سوئی ،تاگہ۔اپنے کپڑے بھی سی لیتے اور اپنی جوتی بھی گانٹھ لیتے۔ اَراک کی مسواک کرتے ، جب نیند سے اٹھتے تو دہن مبارک کو مسواک سے صاف کرتے ، رات میں تین مرتبہ مسواک کرتے : سونے سے پہلے،سوکر اٹھ کر،نمازِ فجر کے لئے نکلتے وقت ۔

دونوں کندھوں کے درمیان [اور گردن کی دونوں جانب] دو رگوں میں آپ نے پچھنے بھی لگوائے ہیں [۱] بحالتِ احرام پُشتِ پا پَر موضعِ مَلَل [۲] مین بھی پچھنے لگوائے ہیں ، ۱۷/۱۹/۲۱/تاریخ کو پچھنے لگواتے تھے ۔

آپ خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے مگر بات سچی ہی فرمایا کرتے ،ایک روز اُمّ سُلَیم کے پاس تشریف لے گئے ،ان کے ایک بیٹا تھا ابو طلحہ سے ،اُس کا نُغَیْر [۳] مر گیا تھا ،آپ نے فرمایا :

یَا أَبَا عُمَیر ! مَا فَعَلَ النُّغَیرُ؟ اے ابو عمیر ! کیا کیا لال چڑیا نے ؟

---

(۱) پچھنے لگوانا: فاسد خون نکلوانا۔ (۲) ملل : مدینہ طیبہ سے ۲۸ میل دور مکہ معظمہ کے راستہ پر ایک جگہ ۔

(۳) نُغَیر : ایک قسم کا چھوٹا پرندہ۔

ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ مجھے سواری کے لئے ایک اونٹ دے دیجئے، فرمایا کہ : " اونٹنی کا بچہ تجھ کو سواری کے لئے دوں گا " اُس نے کہا کہ: وہ تو مجھے اُٹھا بھی نہیں سکے گا! آپؐ نے فرمایا کہ : "میں تو تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا" اُس نے کہا کہ: وہ تو مجھے اُٹھا بھی نہیں سکے گا! [پھر لوگوں نے اُسے کہا کہ: اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے]۔ (1)

ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ: حضور! میرا خاوند بیمار ہے اور آپ کی زیارت کو تڑپ رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ : " تیرا شوہر وہی ہے نا، جس کی آنکھ میں سفیدی ہے! "۔ عورت واپس آئی اور شوہر کی آنکھ کھول کر دیکھنے لگی، شوہر نے پوچھا: کیا دیکھتی ہے؟ اس نے کہا کہ: حضور ﷺ نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے، اُس پر شوہر نے کہا کہ: ناس گئی! سفیدی تو سب کی ہی آنکھ میں ہوتی ہے۔

ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ: حضور ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی مجھے جنت میں بھیجے، ارشاد فرمایا : "اے امّ فلاں! جنت بوڑھی عورتوں کی جگہ نہیں، وہاں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی " وہ عورت روتی ہوئی واپس ہونے

(1) یہ اضافت شدہ عبارت (خلاصۃ السیر عربی) سے لی گئی ہے۔

لگی، تو ارشاد فرمایا کہ: '' اسے بتادو کہ یہ بُڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی، اللہ پاک نے فرمایا کہ: ہم نے ان کو نئی پیدائش عطا کی، اور ان کو کنواری محبوبہ ہم عمر بنا دیا ہے اصحابِ یمین کے لئے '' [سورۂ واقعہ]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک دفعہ دوڑی تو میں حضورؐ سے آگے نکل گئی، پھر جب میرا گوشت بڑھ گیا اس وقت دوڑی تو حضور ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ: '' یہ اُس کا بدل ہو گیا ''۔

حضور ﷺ بازار میں تشریف لائے ایک شخص کی پشت کی طرف سے، جس کا نام زاہر تھا، آپؐ اس سے محبت فرماتے تھے، آپؐ نے دونوں ہاتھ اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ لئے اور اس نے نہیں پہچانا کہ یہ حضور ﷺ ہیں، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''کوئی ہے جو اِس غلام کو خرید لے؟ '' وہ اپنی کمر حضور ﷺ سے ملنے لگا اور کہنے لگا کہ: حضور، آپ مجھے نکما[1] پائیں گے، آپؐ نے فرمایا کہ: ''لیکن تو اپنے خدا کے نزدیک تو نکما نہیں ہے ''۔

حضور ﷺ نے حضرت حسینؓ کو بچوں کے ساتھ گلی میں دیکھا، آپؐ آگے بڑھے تو حضرت حسینؓ ادھر ادھر بھاگنے لگے، حضور ﷺ ان کو ہنساتے

---

(۱) نکما: سستا اور کم قیمت۔

تھے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا، اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا، دوسرا ان کے سر کے اوپر۔

حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ پاس تشریف لے جاتے، اور لڑکیاں ان کے پاس کھیلتی ہوتیں، جب وہ آپ کو دیکھتیں تو ادھر ادھر متفرق [1] ہو جاتیں، پھر آپ ان کو گھیر کر ان کے پاس بھیجتے۔

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، آپؐ نے دریافت فرمایا: ''عائشہ یہ کیا ہے؟'' کہنے لگیں کہ: یہ حضرت سلیمانؑ بن داودؑ کا گھوڑا ہے، آپ کو ہنسی آ گئی اور دروازہ کا رخ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جھپٹیں اور آپ کو لپٹ گئیں، آپؐ نے فرمایا: حُمَيْرَا کیا بات ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دے، آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس طرح کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی، اور دعا کی: ''اللّٰهُـمَّ اغْفِر لِعائشَةَ بنتِ أبي بكرٍ مغفرةً ظاهِرةً وباطِنَةً لا تُغَادِرُ ذَنباً، ولا تَكْسِبُ بعدَها خَطيئةً ولا اِثماً'' اور ارشاد فرمایا: ''عائشہ، خوش ہو گئی؟ خوش ہو گئی؟'' عرض کیا: جی ہاں اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا،

---

(۱) جدا جدا ہو جاتیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ : ''اُس پاک ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، میں نے اِس دعا کے ساتھ تجھے خاص نہیں کیا اپنی امت میں سے، بلکہ میری تو رات دن اپنی امت کے لئے یہ دعا ہے، گذشتہ لوگوں کے لئے بھی، موجودہ کے لئے بھی، آئندہ قیامت تک آنے والوں کے لئے بھی، میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں اور فرشتے میری دعا پر (آمین) کہتے ہیں''۔

حضور اکرم ﷺ خاتم النبین اور سید المرسلین تھے، اللہ پاک نے آپ کو علم الاولین والآخرین عطا فرمایا، آپؐ کے مناقب کا تمام عالم میں کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔

صلّیٰ اللّٰهُ علیهِ وَسَلَّمَ وَعَلیٰ آلهِ وَأصحَابِهِ أجمَعِينَ ،صلوٰةً دائمةً الیٰ یومِ الدّینِ ، آمین ۔

امین عاصمی کے اشعار اور ترجمہ

[يَـــاجَـــاعِلاً سُــنَــنَ الــنَّبِــيِّ شِـعَـــارَهُ وَدِثَـــارَهْ]

اے نبی ﷺ کی سنتوں کو اپنا شِعار ودِثار بنانے والے

[مُتَــمَـسِّــكـــاً بِــحَـــدِيثِـــهِ مُتَتَبِّـعـــاً أخْبَـــارَهْ]

آپ کی حدیث سے تمسک کرنے والے اور آپ کے اخبار کا تتبع کرنے والے

[سُـــنَـــنَ الشَّــرِيـعَةِ خُــذْ بِهَـــا مُتَـوَسِّـمـــاً آثَـــا رَهْ]

شریعت کی سنتوں کو مضبوط پکڑ لے آپؐ کے آثار کو غور سے دیکھ کر

[وَكَذَا الطَّرِيقَةَ فَاقْتَبِسْ فِي سُبْلِهَا أَنْوارَهْ]

اسی طرح طریقت کے راستوں سے آپؐ کے انوار کو حاصل کر

[هُوَ قُدْوَةٌ لَكَ، فَاتَّخِذْ فِي السُّنَّتَيْنِ شِعَارَهْ]

حضورؐ تیرے لئے قدوہ ہیں پس آپؐ کے شعار کو اختیار کر

[قَدْ كَانَ يَقْرِي ضَيفَهُ كَرَماً وَّيَحْفَظُ جارَهْ]

آپؐ مہمان نوازی کیا کرتے تھے اور پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کیا کرتے

[ويُجَالِسُ المِسكِينَ يُؤْثِرُ قُرْبَهُ وَجِوَارَهْ]

مسکین کی ہم نشینی کرتے اس کے قرب اور پڑوس کو اختیار فرماتے

[الفَقْرُ كَانَ رِدَاءَهُ والجُوعُ كَانَ شِعَارَهْ]

فقر آپؐ کی چادر تھا اور بھوک آپ کا شعار تھا

[يَلْقىٰ بِغُرةِ ضَاحِكٍ ، مُسْتَبْشِراً زُوَّارَهْ]

[خندہ پیشانی سے اور شادماں اپنے زائرین کا استقبال فرماتے]

[بَسَطَ الرِّدَاءَ كَرامةً لِكَرِيمِ قومٍ زارَهْ]

کوئی کریم قوم اگر آپ کی زیارت کے لئے آتا تو آپ اکرام کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے

[مَا كَانَ مُخْتالاً وَّلا مَرِحاً يَجُرُّ إِزارَهْ]

آپ متکبر نہیں تھے اور نہ اکڑ سے ازار کو دراز کرنے والے تھے

[قَدْ كَانَ يَرْكَبُ بِالرَّدِيفِ مِنَ الخُضُوعِ حِمَارَهْ]
آپؐ اپنے گدھے پر ردیف کو تواضعاً سوار کر لیتے تھے

[فِي مَهْنَةٍ هُوَ وَصَلاةٍ ، لَيلَهُ وَنَهَارَهْ]
آپ شب وروز محنت اور مشقت کے ضروری کاموں [یا نماز] میں لگے رہتے تھے

[فَتَرَاهُ يَحْلِبُ شَاةَ مَنْزِلِهِ ، وَيُوقِدُ نَارَهْ]
آپ اپنے گھر کی بکری کا دودھ دوہ لیتے اور آگ بھی جلا لیتے

[مَازَالَ كَهْفَ مُهَاجِرِيْهِ ومُكْرِماً أنصَارَهْ]
اپنے مہاجرین کے ہمیشہ جائے پناہ رہے اور اپنے انصار کا اکرام فرماتے

[بَرّاً بِمُحْسِنِهِمْ مُقِيلاً لِلْمُسِيْءِ عِثَارَهْ]
خوش معاملہ کے ساتھ بھلائی فرماتے ، بدمعاملہ کی خطا کو معاف فرماتے

[يَهَبُ الذي تَحْوِي يَدَاهُ لِطَالِبٍ ايثَارَهْ]
طالب کو جو کچھ ہاتھ میں ہوتا سب ہبہ کر دیتے

[زَكّىٰ عَنِ الدُّنيا الدَّنِيَّةِ رَبُّهُ مِقْدَارَهْ]
کمینی دنیا سے آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کی قدر کو پاک صاف رکھا

[جَعَلَ الالٰهُ صَلاتَهُ أبَداً عَلَيهِ نِثَارَهْ]
اللہ پاک نے اپنی رحمت کو ہمیشہ آپؐ پر نثار فرمایا

[فَــاخْتَــرْ مِــنَ الأَخْــلاقِ مــا كــانَ الــرَّسُــولُ اخْتَــارَهْ]
جن اخلاق کو آپ نے اختیار فرمایا انہیں کو تو بھی اختیار کر
[لِتُــعَــدَّ سُــنِّيــّــاً وتُــوشِكَ أنْ تُبَــوَّأَ دَارَهْ]
تاکہ تو سُنّی شمار ہو اور آپ کے ساتھ تجھے ٹھکانہ ملے
صلى الله عليه وسلم وعلى آله وعلى جميع الأنبياء وآلهم أجمعين.

(فصل ۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

معجزہ ۱ : ایک معجزہ آپؐ کا قرآن کریم ہے، اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے، اُس کے مُعارَضہ [1] سے فُصَحاء عاجز رہ گئے، اور بُلغاء اُس جیسا پیش کرنے سے قاصر رہے ''وہ اس جیسا پیش نہیں کر سکتے اگر چہ بعض بعض کے لئے مددگار بن جائیں'' [سورۂ بنی اسرائیل]۔
جب مُلحدوں [2] سے مطالبہ کیا گیا کہ اس جیسی دس سورتیں یا ایک

(۱) معارضہ : اس طرح کا کلام پیش کرنا۔ (۲) کافروں اور منکروں۔

سورت یا ایک آیت بنالاؤ، تو ان کو اس کے صدق کا یقین ہوگیا۔

معجزہ۲ : ایک معجزہ حضرت سلمانؓ کی حدیث ہے اور اُس عالم کا قول
کہ ہر سال ایک مرتبہ بیت المقدس میں آیا کرتا تھا، اس نے حضرت سل
سے کہا تھا کہ: جہاں تک مجھے علم ہے مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں، بجز اس یتیم
جو أرضِ تِهَامَه سے نکلا ہے، تم اب اُس کے پاس جا کر اُس کی موافق
ومتابعت کرو، اُس میں تین نشانیاں ہیں: ا۔ ایک یہ کہ: وہ ہدیہ کھائے گا، ۲
ایک یہ کہ: وہ صدقہ نہیں کھائے گا، ۳۔ اور ایک یہ کہ: اس کے دا
کندھے کے گوشت کے قریب مہر نبوت ہوگی بیضہ کے مانند، اس کا رنگ کھا
ہی جیسا ہوگا۔ حضرت سلمانؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ کے اند
تینوں نشانیاں موجود پائیں۔

معجزہ۳ : ایک معجزہ شرحِ صدر ہے، جب آپ کو معراج ہوئی قلب
مبارک سے عَلَقۂ حصّۂ شیطان نکال کر، آبِ زمزم سے دل کو صاف کر کے،
اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، اس کا ذکر پہلے آچکا ہے [1]۔

معجزہ۴ : ایک معجزہ بیت المقدس اور اس کے اندر کی چیزوں کی خبر دینا
ہے، حالانکہ آپؐ مکہ مکرمہ میں تھے، جب کہ لوگوں نے آپؐ کی معراج میں تردد

---

(۱) دیکھو ص ۷۰۔

کیا، اور آپ سے بیت المقدس کا حال اور نقشہ دریافت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے حجابات [۱] اُٹھا کر بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے کر دیا، آپ نے لوگوں کے سامنے اس کا حال بیان فرما دیا۔

معجزہ۵ : ایک معجزہ شق القمر ہے کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا، جب کہ قریش نے آپ سے نشانی طلب کی، اس کا ذکر قرآن شریف میں بھی وارد ہوا ہے [۲]۔

معجزہ٦ : ایک معجزہ یہ ہے کہ سرداران قریش نے آپ کے قتل پر معاہدہ کیا، اور آپ حجرہ میں بیٹھے تھے، جب آپ باہر نکلے تو سب کی آنکھیں نیچی ہو گئیں، اور ٹھوڑیاں سینوں پر آلگیں، اور کوئی بھی آپ کی طرف نہ آسکا، اور حضور ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ اُن کے سروں پر آ کھڑے ہوئے، اور مٹی کی ایک مٹھی لے کر شَاهَتِ الوُجُوهُ [۳] پڑھ کر وہ مٹی اُن پر پھینکی، تو جس جس پر وہ گری وہ سب غزوۂ بدر میں قتل کر دئے گئے۔

معجزہ۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ غزوۂ حنین میں مٹی کی ایک مٹھی آپ نے دشمن کی فوج پر پھینکی، تو اللہ پاک نے دشمن کو شکست دی، اور بعض نے کہا کہ: ہم میں سے ہر ایک کی آنکھ میں مٹی بھر گئی، اور اس کے متعلق یہ آیت نازل

---

(۲) حجابات : پردے ، یعنی مکہ مکرمہ اور بیت المقدس کے درمیان کی تمام رکاوٹیں ۔ (۲) ﴿اقتربت الساعۃ وانشق القمر﴾۔ (۳) شَاهَتِ الوُجوه : بگڑ گئے چہرے، اور مسخ ہو گئے۔

ہوئی: ﴿ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ [سورۂ انفال]

معجزہ ۸ : ایک معجزہ واقعۂ غار ہے، کہ جب قوم آپؐ کی طلب میں نکلی، تو آپ کا نشان قوم پر مخفی [1] ہو گیا، اور وہ آپ تک نہیں پہنچ سکی، حالانکہ آپ بالکل اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو بھیجا جس نے غار پر جالا تَن دیا۔

معجزہ ۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے بکری کی چھوٹی سی بچی کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، تو اس نے دودھ دے دیا، آپ نے خود پیا اور حضرت ابو بکرؓ کو پلایا، حالانکہ اس بکری کی بچی کو نَر سے واسطہ بھی نہیں پڑا تھا۔

معجزہ ۱۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے اُم مَعبَد کی بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا حالانکہ اس کے دودھ نہیں تھا، وہ بہت دبلی ہو چکی تھی، مگر اس کے دودھ آ گیا اور تھن پُر ہو گئے۔

معجزہ ۱۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے لئے دعا فرمائی کہ : ''اللہ پاک ان کے ذریعہ سے اسلام کو عزت دے، یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ سے'' تو حضرت عمرؓ کے حق میں دعا قبول ہوئی۔

معجزہ ۱۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے لئے دعا کی کہ :

---

(۱) مخفی ہو گیا : چھپ گیا، پوشیدہ ہو گیا۔

''اللہ تعالیٰ ان سے گرمی اور سردی کو دور کر دے'' تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا۔

معجزہ ۱۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو درد کی شکایت تھی، آپ نے ان کے لئے دعا کی تو پھر شکایت نہیں ہوئی۔

معجزہ ۱۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو آشوبِ چشم کی تکلیف تھی، آپ نے اپنا لُعاب اُن کی آنکھ میں لگا دیا، تو وہ فوراً اچھے ہو گئے، اور پھر کبھی یہ تکلیف نہیں ہوئی۔

معجزہ ۱۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک انصاری کا پیر ٹوٹ گیا تھا، آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیرا، فوراً اچھا ہو گیا۔

معجزہ ۱۶ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت [سلمہؓ] کے غزوۂ [خیبر] میں ایک وار لگا، آپؐ نے اُس پر تین مرتبہ پھونک ماری، وہ فرماتے ہیں کہ: اب تک اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

معجزہ ۱۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی کہ: ''اے اللہ ان کو دین میں تفقہ عطا فرما، اور ان کو علمِ تفسیر عطا کر'' تو ان کا حال یہ تھا کہ وسعتِ علم کی وجہ سے ان کا لقب بَحْر ہو گیا تھا۔

معجزہ ۱۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے

اونٹ کے لئے دعا فرمائی، تو وہ رفتار میں سب سے آگے رہنے لگا، حالانکہ وہ سب سے پیچھے رہتا تھا۔

معجزہ ۱۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ اپنے والد کا قرض ادا کر دیا، اور تیرہ وَسْــــق [1] کھجوریں بچ بھی گئیں، حالانکہ وہ قرض خواہوں سے کہتے تھے کہ: تمام کھجوریں قرض کے عوض لے لیں، مگر وہ نہیں مانتے تھے۔

معجزہ ۲۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کے لئے طولِ عمر اور کثرتِ مال واولاد اور برکت کی دعا فرمائی، تو ایک سو بیس اولاد خود اُن کی پشت سے پیدا ہوئی، اور اُن کا لگایا ہوا درخت سال بھر میں دو مرتبہ پھلتا تھا، اور تقریباً سو سال ان کی عمر ہوئی۔

معجزہ ۲۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ جب کہ آپ منبر پر تھے آپؐ سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی گئی، آپ نے جب ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی حالانکہ آسمان پر بادل کا ٹکڑا بھی نہیں تھا، مگر ایک بادل ڈھال کے برابر اُٹھا اور پھیل کر برسنے لگا، اور اگلے جمعہ تک برستا رہا، پھر آپؐ سے شکایت کی گئی کہ راستے بند ہوگئے، تو آپ نے دعا کی، جب ہی بادل پھٹ کر آسمان صاف ہوگیا۔

---

(۱) وسق : ایک پیمانہ ہے، جو ۲۷۳ تولہ یا (۳کلو ۱۸۴گرام) کے برابر ہوتا ہے۔

معجزہ۲۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے عُتَیْبَه بنِ أبِي لَهَب کے واسطے بددعا کی کہ : ''اللہ اُس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے'' تو ملکِ شام کے موضع زَرقا میں اُس کو ایک شیر نے مار ڈالا۔

معجزہ۲۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے سُرَاقَــہ کے لئے بددعا کی، جب ہجرت کے موقع پر اس نے آپ کا پیچھا کیا، تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے[1]۔

معجزہ۲۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ درخت نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی، جب کہ آپ نے ایک اعرابی پر اسلام کو پیش کیا، تو اس نے پوچھا کہ: آپؐ کی بات کا گواہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ : ''یہ درخت ہے'' اور اس کو بلایا، وہ زمین چیرتا ہوا آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا، آپؐ نے اس سے تین دفعہ گواہی طلب کی، اس نے تینوں دفعہ آپ کی بات کی گواہی دی، پھر اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔

معجزہ۲۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ بنی عامر کے ایک اعرابی نے آپؐ سے کہا کہ: آپ کچھ عجیب سی باتیں فرمایا کرتے ہیں، رائے ہو تو میں آپؐ کی دوا کروں، وہ دوا علاج میں مشہور تھا۔ آپ نے اس سے جواباً ارشاد فرمایا کہ :

---

(۱) دیکھو ص ۷۴۔

''رائے ہوتو میں تجھ کو اپنی سچائی کی ایک نشانی دکھاؤں'' وہاں ایک کھجور کا درخت تھا، آپؐ نے اس کے ایک خوشہ کو بلایا، وہ آپؐ کی طرف سجدہ کرتا اور سر اُٹھاتا چل دیا، اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہوگیا، پھر آپ نے فرمایا کہ : ''اپنی جگہ واپس چلا جا'' تو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا، اس عامری نے کہا: خدا کی قسم، آئندہ میں آپؐ کی کسی بات میں تکذیب نہیں کروں گا۔

معجزہ۲۶ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے دو درختوں کو فرمایا تو وہ دونوں جمع ہوگئے، پھر حکم دیا تو وہ دونوں الگ الگ ہوگئے۔

معجزہ۲۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت انس ؓ کو فرمایا: ''وہاں درخت ہیں، ان کے قریب کچھ پتھر ہیں، ان سے جا کر کہو کہ: حضور ﷺ نے تم کو حکم دیا ہے کہ آپس میں مل کر سترہ[1] بن جاؤ قضاءِ حاجت کے لئے'' حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ: میں ادھر گیا اور ان کو حکم پہنچا دیا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے حضور ﷺ کو حق دے کر بھیجا، کہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنی جڑوں اور نمی کے ساتھ اچھل اچھل کر ایک دوسرے سے چمٹ کر ایک درخت کی طرح بن گئے، اور میں دیکھ رہا تھا کہ پتھر ایک دوسرے سے جڑتے چلے گئے، یہاں تک کہ درختوں سے جا ملے اور ایک دیوار

---

(۱) سُترہ : آڑ اور پردہ۔

کی طرح بن گئے۔ جب حضور ﷺ قضاءِ حاجت سے فارغ ہو گئے، تو ارشاد فرمایا کہ : ''اُن سے جا کر کہہ دو کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی اپنی اصلی حالت پر لوٹ جاؤ'' میں نے ان سے جا کر کہا تو وہ سب اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئے۔

معجزہ ۲۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ سوئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپؐ کے پاس کھڑا ہو گیا، جب آپ بیدار ہوئے تو آپؐ سے اس کا ذکر کیا گیا، تو ارشاد فرمایا کہ : ''اُس درخت نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی، اس کو اجازت دے دی گئی''۔

معجزہ ۲۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ کو نبوت عطا ہوئی تو درختوں اور پتھروں نے آپ کو سلام کیا۔

معجزہ ۳۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ کھجور کا تنہ جس پر ٹیک لگا کر آپؐ خطبہ پڑھا کرتے تھے، جب منبر بن گیا اور اُس پر خطبہ پڑھنے لگے، تو وہ تنہ فراق میں رویا۔

معجزہ ۳۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ کے دستِ مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی، پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں اُن کو رکھ دیا تو وہاں بھی تسبیح پڑھی۔

معجزہ۳۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے کھانا کھانے کے لئے صحابہ کو دعوت دی تو اس کھانے نے تسبیح پڑھی۔

معجزہ۳۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو پیش کیا گیا، تو اس کی بونگ نے آپ کو بتا دیا کہ: مجھ میں زہر ہے۔

معجزہ۳۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ اُس اونٹ نے آپؐ سے شکایت کی جس سے کام زیادہ لیا جاتا اور چارہ کم دیا جاتا تھا۔

معجزہ۳۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک ہرنی کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی، تو [اُس ہرنی نے حضورؐ سے درخواست کی کہ: مجھے ذرا چھوڑ دیں میں اپنے بچوں کو دودھ پلا دوں پھر آ جاؤں گی، آپؐ نے چھوڑ دیا اور انتظار میں بیٹھ گئے، تو وہ لوٹ آئی، اور وہ شکاری آیا، تو] آپؐ نے اس سے ہرنی کی سفارش فرمائی، جس پر اس نے ہرنی کو چھوڑ دیا، تو قوم نے اس جگہ مسجد بنا دی۔

معجزہ۳۶ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک شخص کے دو اونٹ تھے، وہ اُن سے عاجز آ گیا اُن کو پکڑ نہیں سکا، وہ دونوں آپؐ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے، آپ نے ان کے نکیل ڈالی اور دونوں کو مالک کے حوالہ کر دیا۔

معجزہ۳۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے چھ یا سات اونٹوں کی قربانی کا

ارادہ فرمایا، تو ہر ایک پیش قدمی کرتا تھا، تا کہ پہلے اس کی قربانی کریں۔

معجزہ ۳۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل پڑی اور ہاتھ میں آ گئی، آپؐ نے اس کو اس کی جگہ رکھ دیا، تو وہ دوسری آنکھ سے بھی عمدہ ہو گئی۔

معجزہ ۳۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ یومِ بَدر میں آپؐ نے مشرکین کے نام لے کر ان کے پچھڑ کر گرنے کی جگہیں متعین فرما دی تھیں، تو ہر ایک وہیں گر کر مرا۔

معجزہ ۴۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے خبر دی تھی کہ : ''اُمت کا لشکر غزوہ کے لئے دریائی سفر کرے گا، اور اُم حَرام بنت مِلْحَان بھی اس میں شریک ہوں گی'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معجزہ ۴۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عثمان سے فرمایا تھا کہ : ''تم کو سخت مصیبت پہنچے گی'' تو ایسا ہی ہوا، اور وہ شہید ہوئے۔

معجزہ ۴۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے انصار سے فرمایا تھا کہ : ''تم میرے بعد کچھ بے جا زیادتی دیکھو گے، تو صبر کرنا'' چنانچہ حضرت معاویہؓ کی ولایت کے دور میں یہ چیز پیش آئی۔

معجزہ ۴۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت حسنؓ کے متعلق فرمایا تھا کہ : ''یہ میرا بیٹا سید ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے

مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کردیں گے'' تو ایسا ہی ہوا۔

معجزہ۴۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے أسْوَدِ عَنسِي کذاب کے متعلق خبر دی تھی کہ : ''اس کو فلاں شب میں فلاں شخص صنعاءِ یمن میں قتل کرے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

معجزہ۴۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے شَيْمَاء أزْدِيه کے متعلق خبر دی تھی کہ: ''وہ سیاہ دوپٹہ میں سفید خچر پر سوار روانہ کی گئی ہے'' تو وہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر میں اسی صفت کے ساتھ گرفتار کی گئی۔

معجزہ۴۶ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا : ''میرے لئے زمین کے مشارق و مغارب کو سمیٹ دیا گیا، اور میری امت کا مُلک وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک زمین میرے لئے سمیٹی گئی ہے'' چنانچہ یہ قولِ مبارک صادق ہوا، اور ابتداءِ مشرق کے بلادِ تُرک سے انتہاء مغرب کے بحرِ اندلس اور بلادِ بَربَر تک فتوحات پہنچ گئیں، اور جنوب و شمال میں یہ وُسعت حاصل نہیں ہوگی۔

معجزہ۴۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو فرمایا تھا کہ : ''تمہاری زندگی پسندیدہ ہوگی، اور بصورتِ شہادت تم مقتول ہوگے'' تو وہ بحالتِ پسندیدہ زندہ رہے، اور جنگِ یمامہ میں قتل ہو کر شہید ہوئے۔

معجزہ ۴۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ جب ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ﴾ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی آپؐ کی مجلس میں آئی ، وہاں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے ، عرض کرنے لگے : یارسول اللہ یہ بدزبان عورت ہے ، مجھے ڈر ہے کہ یہ آپ کو اَذیت دے گی ، اگر آپؐ اِس وقت یہاں سے اُٹھ جائیں تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ : ''یہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکے گی''۔

اتنے میں وہ آ پہنچی ، اور کہا کہ : اے ابوبکر تمہارے صاحب (ﷺ) نے میری ہَجو[1] کی ہے ، انہوں نے جواب دیا کہ : وہ تو شعر نہیں کہا کرتے ، وہ کہنے لگی کہ : تم میرے نزدیک سچے ہو ، اور لوٹ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں : میں نے عرض کیا کہ : حضور ! اُس نے آپ کو نہیں دیکھا ؟ آپ نے فرمایا کہ : ''نہیں ، فرشتہ اپنے پَرُوں سے مجھے برابر چھپائے رہا''۔

معجزہ ۴۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک شخص مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا ، حضورؐ کو اطلاع ملی کہ وہ مر گیا ، تو آپ نے فرمایا : ''زمین اسے قبول نہیں کرے گی'' حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں کہ : میں اُس مقام پر گیا جہاں وہ مرا تھا ، میں نے اس کو زمین کے اوپر پڑا ہوا پایا ، لوگوں سے پوچھا کہ : اِس کا کیا حال ہے ؟ تو انہوں نے بتایا کہ : ہم نے تو اُسے دفن کیا تھا ، مگر زمین نے اسے

---

(۱) ھجو : مذمت اور برائی۔ یعنی وہ بدبخت یہ سمجھی کہ حضورؐ شاعر ہیں ، اور قرآنِ کریم اُن کا شاعرانہ کلام ہے ۔

قبول نہیں کیا۔

معجزہ ۵۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ : ''داہنے ہاتھ سے کھا'' اس نے کہا کہ: مجھ سے داہنے ہاتھ سے نہیں کھایا جاتا[1]، آپؐ نے فرمایا کہ : ''تو داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکے گا'' راوی کہتے ہیں کہ: وہ پھر اپنا داہنا ہاتھ اپنے منھ تک اُٹھا ہی نہیں سکا۔

معجزہ ۵۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ محض آپ کے اشارہ فرمانے سے، بغیر کسی چیز کے مَس کئے[2] خانۂ کعبہ کے بُت گر پڑے، اس وقت آپ یہ پڑھتے تھے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً ﴾ [سورۂ بنی اسرائیل]

معجزہ ۵۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ مَازِن بنِ غَضُوبَہ ایک بُت کی پوجا کیا کرتا تھا، تو اُس بت سے آواز آئی جس میں حضور ﷺ کی نبوت کی بشارت تھی، اور آپ کے اتباع کی ترغیب، اور بت پرستی کے ترک کی تاکید تھی۔

معجزہ ۵۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ سَوَاد بنِ قَارِب کا مُخبِر جن تین راتوں تک مسلسل آیا، اور پیر کی ٹھوکر سے جگا کر حضور ﷺ کی بعثت کی خبر دی، اور آپ کے اتباع پر برانگیختہ کیا[3]۔

معجزہ ۵۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ بھیڑیے نے حضور ﷺ کی نبوت کی

---

(۱) اُس شخص نے یہ بات براہِ تکبر اور عادتِ جاہلیت کے کہی تھی ۔ (۲) مس کرنا: چھونا۔ (۳) اُبھارا اور آمادہ کیا۔

شہادت دی۔

معجزہ ۵۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ گوہ[1] نے آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

معجزہ ۵٦ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے اہلِ خندق کے ایک ہزار کے لشکر کو ایک صاع جَو کا کھانا کھلایا، جس سے وہ سب سیر ہو کر متفرق ہو گئے، اور کھانا کم نہیں ہوا، بلکہ کچھ زیادہ ہی بچ رہا۔

معجزہ ۵۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ بشیر بن سعدؓ کی لڑکی اپنے والد اور اپنے ماموں عبد اللہ بن رَوَاحہؓ کے واسطے تھوڑی سی کھجوریں لائی تھی، وہ آپ نے سب کو کھلا دیں۔

معجزہ ۵۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ کھانا کم رہ جانے کی وجہ سے آپ کے صحابہ نے سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت طلب کی، آپؐ نے فرمایا کہ : "نہیں، ذبح مت کرو، لیکن جتنا جتنا کھانا باقی رہ گیا ہے وہ لے آؤ" تو دسترخوان بچھا کر بچا ہوا کھانا سب نے لا کر رکھ دیا، تب آپ نے برکت کی دعا کی تو سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، اور جو باقی بچا اُس سے اپنے ناشتے دان پُر کر لئے۔

معجزہ ۵۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ چند کھجوریں ہاتھ میں

---

(۱) گوہ یا سُوسمار : ایک صحرائی رینگنے والا جانور ہے، جو صحرائے عرب میں پایا جاتا ہے، عربی میں اسے (ضَبٌّ) کہتے ہیں۔

لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میرے لئے اِن کھجوروں میں برکت کی دعا فرما دیجئے، وہ خود کہتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے میرے لئے ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائی، اور یہ بھی فرمایا کہ ''جب تم ان میں سے لینا چاہو، تو اندر ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا، اور اُس چیز کو جس میں کھجوریں ہوں اُلٹ کر خالی نہ کرنا'' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کھجوروں میں سے اتنے اتنے وَسْق [1] فی سبیل اللہ نکالے ہیں، اور ہم ان میں سے کھاتے اور کھلاتے رہے، اور وہ میں نے پٹی کی طرح کمر سے باندھ رکھے تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ میں گر پڑے، اور ضائع ہو گئے۔

معجزہ ۶۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، تو آپ نے اُس پر اہلِ صُفّہ [2] کو دعوت دے دی، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: میں گردن اُونچی کرتا تھا تا کہ آپؐ مجھے بھی بلالیں، حتیٰ کہ جب کھا کر اُٹھ گئے، اور پیالہ کے کناروں پر ذرا سا لگا رہ گیا، تو آپ نے پونچھ کر اکٹھا کیا، وہ ایک لقمہ بن گیا، اسے اپنی انگلیوں پر لے کر مجھے فرمایا کہ : ''لے، تو بھی کھا لے بسم اللہ'' قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ اس کو کھاتے ہی کھاتے میرا پیٹ بھر گیا۔

---

(۱) وسق کا معنی دیکھو ص ۱۳۲۔ (۲) اہل صفہ: مسجد نبوی میں فقراءِ صحابہ کی ایک جماعت تھی۔

معجزہ ۶۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے اہلِ صُفَّہ کو دودھ کے ایک پیالہ سے سیر کر دیا، پھر جو کچھ بچا تو اس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے پیا، پھر آپؐ نے خود نوش فرمایا۔

معجزہ ۶۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے ولیمہ میں حضرت اُم سُلَیمؓ نے آپ کی خدمت میں ایک بادیہ[1] ثرید کا پیش کیا تو آپؐ نے ایک بڑی مخلوق کو کھلایا، پھر وہ اٹھالیا گیا تو یہ انداز نہیں ہوتا تھا کہ اُس میں کھانا کس وقت زیادہ تھا؟ کھلانے کے لئے سب کے سامنے رکھا گیا اس وقت! یا فراغت کے بعد جب اُٹھایا گیا اُس وقت!

معجزہ ۶۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک ثرید کا پیالہ پیش کیا گیا، تو وہ سامنے رکھ دیا، نَوبت بنَوبت صبح سے ظہر تک لوگ کھاتے رہے، ایک جماعت اٹھتی تھی دوسری بیٹھتی تھی۔

معجزہ ۶۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے بغل میں چند جو کی روٹیاں لے رکھی تھیں، حضرت ابوطلحہؓ کے مکان میں آپ نے اسّی آدمیوں کو وہ کھلائیں، سب سیر ہو گئے اور کھانا جوں کا توں باقی رہا۔

معجزہ ۶۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ: ''چار سو

---

(۱) بادیہ : بڑا پیالہ ۔

سواروں کو کھجوروں کا توشہ دیں'' انہوں نے دیا اور کھجوریں ایسی باقی رہیں، جیسے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔

معجزہ٦٦ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ: عصر کی نماز کا وقت آ گیا، اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی بچا ہوا تھا جس کو ایک برتن میں ڈال کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا گیا، آپؐ نے دستِ مبارک اس میں رکھ کر انگلیاں کشادہ کر دیں، اور فرمایا کہ : ''چلو وضو کرو، اور برکت اللہ پاک کی طرف سے ہے''۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں سے پانی کے سوت جاری ہو گئے، اور لوگوں نے وضو بھی کر لیا اور پی بھی لیا، اور وہ لوگ چودہ سو تھے۔

معجزہ٦٧ : ایک معجزہ یہ ہے کہ انہی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: یومِ حُدَیبیہ میں لوگوں کو پیاس لگی، تو حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی جس پیالہ میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اُس میں دستِ مبارک رکھ دیا، میں نے دیکھا کہ پانی چشموں کی طرح اُبلنے لگا، اور ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

معجزہ٦٨ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ کے سامنے ایک پیالہ پیش کیا گیا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا، آپؐ نے اپنی انگلیوں کو اس میں رکھنا چاہا، اس میں سب انگلیوں کی گنجائش نہیں تھی، تو آپ نے چار انگلیاں رکھ دیں، اور فرمایا

''آجاؤ، سب کے سب وضو کرلو'' اور وہ ستر اور اُسی کے درمیان تھے۔

معجزہ ۶۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ کے سامنے ایک لکڑی کا پیالہ لایا گیا، جس میں ذرا سا پانی تھا، آپ نے دستِ مبارک اُس پر رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے اُبلنے لگا، حتیٰ کہ سب قوم نے وضو کرلیا، اور ان کی تعداد تین سو تھی۔

معجزہ ۷۰ : ایک معجزہ دو مشکیزوں والی اونٹنی کا قصّہ ہے، کہ قوم نے اس کی مشکیزوں سے پانی پی بھی لیا، اور اپنے برتن بھی بھر لئے، مگر وہاں پانی کچھ کم نہ ہوا۔

معجزہ ۷۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ غزوۂ تبوک میں ایسے پانی پر پہنچے، جو ایک آدمی کو بھی سیر نہ کر سکے، اور قوم پیاسی تھی، آپؐ سے شکایت کی، آپؐ نے ترکش سے تیر نکالا اور اس پانی میں گاڑنے کا حکم فرمایا، تو پانی جوش کے ساتھ اُبلنے لگا، اور قوم سیراب ہوگئی، اور وہ تیس ہزار آدمی تھے۔

معجزہ ۷۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک قوم نے اپنے کنویں کے پانی کے کھارا ہونے اور کم ہونے کی وجہ سے پیاس کی پریشانی کی آپ سے شکایت کی، آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے، اور کنویں پر کھڑے ہو کر لعابِ مبارک کنویں میں ڈالا اور لوٹ گئے، تو بڑی کثرت سے اس

کنویں میں میٹھے پانی کے سوت کھل گئے۔

معجزہ ۷۳ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ابو جہل اس فکر میں تھا کہ کبھی آپ کو غفلت میں پائے، ایک دفعہ بحالتِ سجدہ آپ کو دیکھ کر اپنی طاقت کے موافق ایک پتھر اٹھا کر لایا، اور آپ پر ڈالنے کا ارادہ کیا، تو اللہ پاک نے وہ پتھر اس کے ہاتھ سے ہی چپکا دیا کہ جدا نہ ہو سکا، اور وہ آپ پر ڈال نہ سکا، اس طرح وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

معجزہ ۷۴ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ غزوۂ طائف میں تشریف لے جا رہے تھے، رات کا وقت تھا، اونٹنی پر سوار تھے، جب طائف کے قریب پہنچے تو ایک بیری کا درخت سامنے آ گیا، رات کی تاریکی میں اور آپ پر نیند کا بھی اثر تھا، تو وہ درخت درمیان سے چر کر دو حصے ہو گیا، اور آپ درمیان سے نکل گئے، اور وہ چرا ہوا (درخت) اپنے حال پر باقی رہا۔

معجزہ ۷۵ : ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو خدمتِ اقدس میں لائی اس کو کوئی تکلیف تھی، آپؐ نے اس کے سر پر دستِ مبارک پھیرا جس سے اس کے بال درست ہو گئے اور تکلیف جاتی رہی، اہلِ یَمامَہ نے یہ بات سنی تو ایک عورت ایک بچے کو مُسَیْلِمَہ [1] کے پاس لائی، مسیلمہ نے اس کے

---

(۱) مسیلمہ کذاب : ایک مشہور جھوٹا مدعی نبوت، جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں مارا گیا۔ یمامہ : اسکے علاقہ کا نام ہے۔

سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال اُڑ گئے، اور گنجا پن اس کی نسل میں باقی رہا۔

معجزہ۷۶ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حضرت عُکَّاشَہ بن مِحصَنؓ کی تلوار غزوۂ بدر میں ٹوٹ گئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ میری تلوار ٹوٹ گئی! آپؐ نے لکڑیوں میں سے ایک شاخ نکال کر ان کو عطا فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ : ''اس کو ہلاؤ'' انہوں نے ہلایا تو وہ تلوار بن گئی۔ بس وہ آگے بڑھے اور کفار سے مقابلہ کرتے رہے، اور اس غزوہ کے بعد بھی وہ تلوار ہمیشہ ان کے ساتھ رہی۔

معجزہ۷۷ : ایک معجزہ یہ ہے کہ حَاطِب بن أَبِي بَلْتَعَہؓ نے اہل مکہ کے پاس ایک عورت کے ہاتھ خط بھیجا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمادیا، تو آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا، ان دونوں نے اس کو جا کر پکڑا، اور اس کی مینڈھیوں [1] میں سے وہ خط نکال کر لائے۔

معجزہ۷۸ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ متوسط قد والے تھے، لیکن جب دراز قد والوں کے ساتھ چلتے تو ان سے دراز معلوم ہوتے تھے۔

معجزہ۷۹ : ایک معجزہ یہ ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا کھانے میں، تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ وہ کھانا کھایا تھا، وہ تو اس کے اثر سے مر گئے، مگر

---

(۱) مینڈھی : سر کے بالوں کی گوندھی ہوئی لٹ۔

آپ اس کے بعد بھی چار سال زندہ رہے۔

معجزہ۸۰ : ایک معجزہ یہ ہے کہ آپؐ کے لشکر میں ایک شخص تھا جو کہ دور دراز اِکّے دُکّے کو بھی نہیں چھوڑ تا تھا، بلکہ وہیں جا کر تلوار سے حملہ کرتا تھا، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ: جیسی جرأت فلاں نے کی ایسی کسی نے نہیں کی، آپ نے فرمایا کہ : ''وہ تو اہلِ نار میں سے ہے'' اُس شخص نے خودکشی کی[1]۔

معجزہ۸۱ : ایک معجزہ یہ ہے کہ جب خندق[2] کھودی جا رہی تھی، تو وہاں ایک سخت پتھر ظاہر ہوا، آپ نے پھاوَڑا لیا، تو وہ پتھر ریت کا تودا بن گیا۔

معجزہ۸۲ : ایک معجزہ یہ ہے کہ اہلِ حجاز کے تاجر ابو رافع کے قتل کرنے والے صحابی اوپر سے گر گئے، اور ان کا پیر ٹوٹ گیا تھا، آپؐ نے اُس پر دستِ مبارک پھیرا تو وہ ایسا ہو گیا جیسے اس میں کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

حضور اکرم ﷺ کے معجزاتِ ظاہرہ اور براہینِ باہرہ اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کی شمار ہی نہیں ہو سکتی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّفَ وَكَرَّمَ

---

(۱) یعنی زخموں کی تاب نہ لا کر۔ (۲) کھائی۔

(فصل۱۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کا ذکر

۱۔حضرت خدیجہؓ : سب سے پہلے جس سے آپؐ نے نکاح کیا وہ حضرت خَدِيـجَـه بنتِ خُوَيْلِد، بن أسَد، بن عَبْد العُزّىٰ، بن قُصَيّ، بن كِلَاب ہیں، وہ آپؐ کے نکاح ہی میں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبوت عطا فرمائی تو وہ ایمان لائیں۔

آپؐ سے قبل ان کے دو نکاح ہو چکے تھے: پہلا نکاح کنوارہ پن کے زمانہ میں عَتِيـق بـن عَـائذ بن عَبد الله بن عُمَر بن مَخْزُوم سے ہوا اُس سے ایک بچی پیدا ہوئی، پھر شوہر مر گیا تو أبُـو هَـالَه نَبَّاش بنِ زُرَارَه سے ہوا، بعض نے کہا کہ هِنْد بن زُرَارَه تَمِيْمِي سے ہوا، اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، پھر یہ دوسرا شوہر بھی مر گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اُن سے نکاح کیا۔ وہ آخر وقت تک آپؐ کے نکاح میں رہیں، آپ ہی کے پاس ان کا انتقال ہوا، جس کی تاریخ پہلے آ چکی ہے[1] اور ان کی زندگی تک آپؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

---

(۱) دیکھو ص ۷۰۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: جب آپؐ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی تعریف اور ان کے لئے دعاءِ مغفرت سے اُکتاتے نہیں تھے، ایک روز آپؐ نے ان کا ذکر شروع کیا تو میں نے جوشِ غیرت میں کہدیا کہ: اللہ تعالیٰ نے اُس بڑھیا کا عوض آپؐ کو عطا فرما دیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو بہت غصہ آ گیا، اور میں بہت پشیمان ہوئی، اور میں نے دعا کی کہ: اے پاک پروردگار! اگر تو اپنے رسولؐ کے غصہ کو فرو کر دے، تو میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جیتے جی کوئی نامناسب کلمہ نہیں کہوں گی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''تو نے یہ بات[1] کیسے کہی! بخدا وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائی جب کہ لوگوں نے کفر کیا، اور اُس نے مجھے اُس وقت جگہ دی جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور اُس نے اُس وقت میری تصدیق کی جب کہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اور مجھے اُس سے اولاد بھی عطا ہوئی جس سے تم محروم ہو''۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ: مہینہ بھر تک صبح شام آپؐ میرے سامنے اُن کا تذکرہ فرماتے رہے۔

روایت ہے کہ: عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اسلام لائیں، اس کا ذکر پہلے گزر چکا[2]۔

---

(۱) کہ اس بڑھیا کا عوض آپ کو عطا فرما دیا۔

(۲) دیکھو ص ۶۵۔

۲۔حضرت سودہؓ : پھر حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے حضرت سَوْدَہْ بنتِ زَمْعَہ ، بنِ قَیس، بنِ عَبْدِ شَمْس، بنِ عَبْد وَدّ، بنِ نَصْر، بنِ مَالِک ، بن حِسْل، بنِ عامر، بنِ لُؤَيّ سے مکہ معظمہ میں قبلِ ہجرت نکاح کیا۔وہ آپؐ سے پہلے سُہیل بن عمرو کے بھائی سَکْرَان بن عَمْرو کے نکاح میں تھیں۔

حضور ﷺ کے پاس جب زیادہ بوڑھی ہوگئیں،تو آپ نے اُن کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا،انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور عرض کیا کہ: مجھے مرد کی رغبت نہیں،میری خواہش تو یہ ہے کہ میرا حشر آپ کی بیبیوں کی جماعت میں ہو،اُس پر آپؐ نے طلاق کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔اِن کے علاوہ بقیہ سب بیبیوں کی باری مقرر فرماتے،اور اِن کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے رہتی۔

۳۔حضرت عائشہؓ : آپ نے حضرت عَائشَہ بنتِ أبي بكر الصِّديق عبدِاللّٰهِ بنِ أبي قُحَافَه عثمانَ، بنِ عامر، بنِ عَمْرو، بنِ كَعْب، بنِ سَعْد، بنِ تَيْم، بنِ مُرَّه، بنِ كَعْب، بنِ لُؤَيّ، بنِ غَالِب تَيْمِي سے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو سال قبل،اور بعض کا قول ہے کہ: تین سال قبل نکاح کیا،اُس وقت اُن کی عمر چھ سال یا سات سال کی تھی،اور نو سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہجرت

سے ساتواں مہینہ شروع ہونے پر، اور ایک قول کے موافق: اٹھارویں مہینہ پر رخصتی ہوئی، اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

مدینہ طیبہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی، اور جَنَّةُ البَقِيْع میں دفن کی گئیں، حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ان کے علاوہ کسی کنواری سے آپؐ نے شادی نہیں کی، ان کی کنیت اُم عبداللہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو حضور ﷺ سے استقرارِ حمل ہوکر اِسقاط ہوا، مگر یہ ثابت نہیں۔

۴۔حضرت حفصہؓ : آپ نے حضرت حَفْصَه بنتِ عُمَر، بنِ الخطَّاب، بنِ نُفَيل، بنِ عَبْد العُزّىٰ، بن رِيَاح، بنِ عبد الله، بنِ قُرْط، بنِ رَزَاح، بنِ عَدِيّ، بنِ كَعْب، بنِ لُؤَي سے نکاح کیا۔ یہ آپ سے پہلے خُنَيس بنِ حُذَافه سَهْمِي کے نکاح میں تھیں جو کہ بدری صحابی تھے، جن کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی۔

روایت ہے کہ: ان کو حضور ﷺ نے طلاق دے دی، تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ: حفصہؓ کی طلاق سے رجوع کیجئے، یہ بہت روزے رکھنے والی، بہت نماز پڑھنے والی ہے۔ اور مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو ان کی طلاق کی خبر پہنچی، تو اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا کہ: اِس

طلاق کے بعد عمر اور اُس کی بیٹی اللہ کے نزدیک کسی شمار میں نہیں، تو اگلے روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، اور حضرت عمر پر رحم فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت حفصہؓ کی طلاق سے رجوع کا حکم پہنچایا۔ ان کی وفات افریقہ کہ فتح کے سال [۴۵ھ] میں ہوئی[1]۔

۵۔ حضرت ام حبیبہؓ: آپ نے حضرت أُمّ حَبِيبَه رَمْلَه بنتِ أبي سُفيان صَخر، بنِ حَرْب، بنِ أُمَيَّه، بنِ عبد شَمْس، بنِ عبد مَنَاف سے نکاح کیا، یہ آپ سے پہلے عُبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ مُلکِ حبشہ کہ ہجرت بھی کی تھی، مگر وہ (عبیداللہ) وہاں نصرانی بن گئے، اور اِن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پختہ فرما دیا۔

جس وقت حضور ﷺ سے ان کا نکاح ہوا تو یہ حبشہ ہی میں تھیں، اور آپؐ کی طرف سے بادشاہِ حبش نَجَاشِي نے چار سو اَشرفی مہر دیا، اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو لینے کے لئے عَمْرو بن أُمَيَّه ضَمْرِيؓ کو حبشہ بھیجا، اور ان کے نکاح کا ولی حضرت عثمانؓ بن عفان کو بنایا، بعض نے کہا ہے کہ: حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو بنایا۔ ۴۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۱) فتح افریقہ کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا، پہلی مرتبہ ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں، دسری مرتبہ ۴۵ھ میں حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں، اور اسی سال میں حضرت حفصہ کی وفات ہوئی، اسی تاریخ کو حافظ ابن حجرؒ نے (اِصابہ) میں صحیح قرار دیا ہے۔

٦۔ حضرت ام سلمہؓ : آپ نے حضرت أُمّ سَلَمَه هِنْد ، بنتِ أبي أُمَيَّه ، بنِ مُغِيْرَه، بن عَبدِ الله ، بنِ عُمَر، بنِ مَخْزُوم ، بنِ يَقَظَه ، بنِ مُرَّه، بنِ كَعْب، بنِ لُؤَيَ سے نکاح کیا، یہ آپ سے پہلے أبوسَلَمَه بن عبدالأسَد بنِ هِلال بنِ عبدالله بن عُمَر بنِ مَخْزُوم کے نکاح میں تھیں، اور اُن شوہر سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی عُمَر و زینب پیدا ہوئے تھے ، یہ دونوں حضور اکرم ﷺ کے رَبِیْب تھے[1] اور یہ عمر جنگِ جَمَل میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، حضرت علیؓ نے اُن کو بحرین کا والی بھی بنایا، اور مدینہ طیبہ میں ان کی اولاد کا سلسلہ بھی باقی رہا۔

حضرت ام سلمہؓ نے ٦٢ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں، اور یہ حضور ﷺ کی بیبیوں میں سب سے آخر میں وفات پانے والی ہیں، بعض نے کہا کہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات سب سے آخر میں ہوئی[2]۔

٧۔ حضرت زینب بنت جحشؓ : آپؐ نے حضرت زَيْنَب ، بنتِ جَحْش، بنِ رِيَاب، بن يَعْمَر، بنِ صَبِرَه ، بنِ مُرَّه ، بنِ كَبِير، بن غَنْم ، بن دُوْدَان بنِ أسَد ، بنِ خُزَيمه ، بنِ مُدْرِكَه ، بنِ اِلیَاس، بنِ مُضَر سے نکاح کیا، یہ آپ کی پھوپھی اُمَیْمَه بنتِ عبدالمُطَّلِب کی بیٹی ہیں۔

---

(١) ربیب: سوتیلا بیٹا اور بیٹی۔

(٢) اور بعض کا قول ہے کہ حضرت صفیہؓ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی، دیکھوص ١٥٦۔

آپؐ سے پہلے آپؐ کے آزاد شدہ مولیٰ حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں، شوہر نے ان کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے حضور ﷺ سے ان کا نکاح آسمان سے نازل فرمایا، آپؐ نے خود عقد نہیں کیا۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ: یہ حضور ﷺ کی دوسری بیبیوں سے کہا کرتی تھیں کہ: تمہارے نکاح تو تمہارے باپوں نے کیے، اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں سے اُوپر کیا۔

ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ۲۰ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کی گئیں، اور حضور اقدسؐ کی وفات کے بعد ان کی وفات سب بیبیوں سے پہلے ہوئی، اور نعش پر سب سے پہلے ان کو لے جایا گیا۔

۸۔ حضرت جویریہؓ : آپ نے حضرت جُوَیْرِیَه، بنتِ حَارِث، بنِ أبِي ضِرَار، بن حَبِیب، بن عائذ، بن مالِک، بن مُصْطَلِق خُزَاعِیَه سے نکاح کیا۔ یہ غزوۂ بنی مصطلق میں گرفتار ہوکر بطورِ غنیمت ثابتؓ بن قَیْس بن شَمَّاس کے حصہ میں آئیں، انہوں نے ان سے مکاتبت کا معاملہ کرلیا، یہ حضور ﷺ کی خدمت میں مالِ کتابت کی ادائیگی کے واسطے مدد طلب کرنے حاضر ہوئیں، اُن میں مَلاحت تھی، حضور ﷺ نے فرمایا : ’’اس مدد سے بہتر چیز بتاؤں؟ وہ یہ کہ میں تیری طرف سے کُل مالِ کتابت اَدا کردوں، اور تجھے نکاح

میں لے لوں؟'' انہوں نے اس بات کو قبول کرلیا، حضورؐ نے ان کی طرف سے مال اَدا کر کے ان سے نکاح کرلیا، یہ نکاح ۶ھ میں ہوا۔ اُن کی وفات ربیع الاول ۵۶ھ میں ہوئی۔

۹۔حضرت صفیہؓ : آپ نے حضرت صَفِیَّہ، بنتِ حُیَيّ، بنِ أَخْطَب، بنِ أبي یَحییٰ، بنِ کَعْب، بنِ خَزْرَج، نضیر یہ سے نکاح کیا۔ یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، ۷ھ میں خیبر سے گرفتار کی گئیں، اور حضور ﷺ نے ان کو بطورِ صَفِيّ [1] کے چن لیا تھا، اور ان کی آزادی کو مہر قرار دے کر نکاح کرلیا تھا۔ یہ آپؐ سے پہلے کِنَانَه بنِ أبي الحُقَیْق کے نکاح میں تھیں، جس کو حضورؐ نے قتل کردیا تھا۔ ان کی وفات [۳۰ھ یا ۵۰ھ] میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ: تمام اُمہات المومنینؓ میں ان کی وفات سب سے اخیر میں ہوئی۔

۱۰۔حضرت میمونہؓ : آپ نے حضرت مَیْمُونه، بنتِ الحَارث، بنِ حَزْن، بنِ بُجَیْر، بنِ هُزَم، بن رُؤَبَه، بنِ عبدِمَنَاف، بنِ هِلَال، بنِ عَامر، بن صَعْصَعه سے نکاح کیا، یہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں [2]۔ حضور ﷺ نے ان سے مقامِ سَرِف میں نکاح کیا، اسی مقام میں

(۱) صفی: مالِ غنیمت کا وہ حصہ جو حاکمِ وقت اپنے لئے مقرر کرتا ہے۔ (۲) حضرت میمونہؓ کی کل نو بہنیں تھیں، جن میں (لُبابہ) حضرت خالدؓ کی والدہ، اور (ام الفضلؓ) حضرت ابن عباسؓ کی والدہ بھی ہیں۔

رخصتی ہوئی، اسی مقام میں وفات پاکر دفن ہوئیں، اس کا ذکر پہلے آ بھی چکا ہے[1]۔

اُمہات المؤمنین میں سب سے آخر میں ان سے نکاح ہوا، اور سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی، مُنذِرِی نے اس کو نقل کیا ہے، یہ آپ سے پہلے أبُو سَبْرَہ عـامِـرِي کے نکاح میں تھیں ۔ ۶۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اِن سب بیبیوں کو زندہ سلامت چھوڑ کر حضورؐ وفات فرما گئے۔

۱۱۔حضرت زینبؓ بنت خزیمہ : آپ نے حضرت زَینَب، بنتِ خُزَیْمَه، بنِ حَارث، بـنِ عبـدِ الـلّٰه، بنِ عَمْرو، بنِ عَبدِمَنَاف، بنِ هِلَال سے نکاح کیا، یہ مسکینوں کو کھانا بہت کھلایا کرتی تھیں، اس لئے ان کا نام اُمّ المساکین مشہور ہو گیا تھا۔ آپ سے پہلے عبداللہ بن جحشؓ[2] کے نکاح میں تھیں، بعض نے کہا: طُفَیل بن حارثؓ کے نکاح میں تھیں، آپ نے اُن سے ۳ھ میں نکاح کیا، اور یہ بہت تھوڑی مدت دو تین مہینے آپ کے پاس رہیں اور وفات ہو گئی۔

۱۲۔فاطمہؓ بنت ضحاک : آپؐ نے فـاطمه بنتِ ضَحَّاک سے نکاح

---

(۱) دیکھو صفحہ ۸۹۔ (۲) جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

کیا، اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد، اور جب آیتِ تخییر نازل ہوئی[1]، تو ان کو اختیار دیا، انہوں نے دنیا کو اختیار کرلیا، اس پر آپؐ نے ان کو اَلگ کر دیا، اس کے بعد ان کا یہ حال ہوا کہ یہ مینگنیاں اُٹھائی پھرا کرتی تھیں، اور کہا کرتی تھیں کہ: میں بد بخت ہوں کہ میں نے دنیا کو اختیار کیا۔

چند اور نکاح :

۱۳۔ آپ نے حضرت دِحیہ کلبیؓ کی بہن اِسَاف سے نکاح کیا۔

۱۴۔ اور خَولَہ بنت الهُذَيْل سے نکاح کیا۔

۱۵۔ اور بعض نے کہا کہ: خَوْلَہ بنت حَكِيم سے کیا، اور انہوں نے اپنے نفس کو نبی اکرم ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا

۱۶۔ اور بعض نے کہا کہ: ہبہ کرنے والی أم شَـرِيْک تھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں (۱۶،۱۵) نے اپنے نفس کو آپؐ کے لئے ھبہ کیا ہو۔

۱۷۔ آپ نے أسماء بنتِ كعب جَوْنِيَّه سے

۱۸۔ اور عَمْرَہ بنتِ زَيد سے نکاح کیا، یہ بَنِی كِلاب کی ایک عورت تھیں، پھر اُن کی نسبت بنو وَحید کی طرف ہوئی، اور اِن دونوں (۱۸،۱۷) کو

---

(۱) آیتِ تخییر یہ ہے ﴿ يا أيها النبي قل لازواجك إن كنتن تردن الحيوة الدنيا . . . ﴾ [سورۂ احزاب ۲۸-۲۹] –

آپ نے دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔

۱۹۔ آپ نے قبیلہ غِفار کی ایک عورت سے نکاح کیا، جب اس کا کپڑا اُٹھایا تو (بَرص کی) سفیدی دیکھی[1] اس کو فرمادیا کہ : ''جا اَپنے باپ کے گھر'' یعنی طلاق دے دی۔

۲۰۔ آپؐ نے ایک تمیمی عورت سے نکاح کیا، جب آپ اُس کے پاس تشریف لے گئے، تو اس نے کہا : أعوذُ باللّٰهِ مِنْکَ ! (میں تو آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں) آپؐ نے فرمایا : ''جس نے اللہ سے پناہ مانگی، اللہ نے اس سے منع فرمادیا، جا اپنے باپ کے گھر''۔ کہا گیا ہے کہ: آپؐ کی ہی بعض بیبیوں نے اس عورت کو سکھایا تھا کہ ایسا کہنے سے حضور ﷺ کے جی میں تیری قدر ہوگی!۔

۲۱۔ آپؐ نے عَالِيَه بنتِ ظَبْيَان سے نکاح کیا، اور جب وہ آپؐ کے پاس لائی گئی تو آپ نے اُسے طلاق دے دی۔

۲۲۔ آپؐ نے بِنْتُ الصَّلْت[2] سے نکاح کیا، اور وہ خلوت سے پہلے ہی وفات پاگئیں۔

۲۳۔ آپؐ نے مُلَيْکَه لَيْثِيه سے نکاح کیا، جب اس کے پاس تشریف

---

(۱) برص : کوڑھ کی بیماری۔ (۲) اُن کا نام أسماءٰ یاسَناء تھا۔

لے گئے تو فرمایا کہ : ''اپنی جان مجھے بخش دے'' جواب دیا: کیا مَلِکہ[1] اپنی جان بازاریوں کو بخشا کرتی ہے؟ پس آپؐ نے اسے طلاق دے دی۔

۲۴۔ آپؐ نے (بنو) مرّہ کی ایک عورت سے پیغام دیا، تو اس کے باپ نے کہا کہ: اسے تو برص ہے، حالانکہ اس کو برص نہیں تھا، لیکن گھر جا کر دیکھا تو اسے برص ہو گیا۔

۲۵۔ آپؐ نے ایک عورت کے نکاح کے لئے اس کے باپ کو پیغام دیا، اس کے باپ نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ: ایک عجیب بات اس کی بتاؤں! وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا : ''اللہ کے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں'' اور اس سے نکاح کا ارادہ ملتوی فرما دیا، بعض نے کہا کہ: آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا تھا، لیکن جب اس کے باپ نے یہ بات بتائی تو اس کو طلاق دے دی، اور خلوت کی نوبت نہیں آئی۔

ابوسعد نے ''شَرَفُ النُّبُوَّة'' میں بیان کیا ہے کہ: حضور ﷺ کی کل بیبیاں اکیس تھیں، چھ کو آپ نے طلاق دی، پانچ نے آپ کے سامنے وفات پائی، دس کی موجودگی میں آپؐ نے وفات پائی، ایک کے ساتھ دخول نہیں ہوا، نو کے لئے باری مقرر فرمایا کرتے تھے۔

---

(۱) مَلِکہ: یعنی شہزادی یا رئیسہ۔

آپ کی بیبیوں کا ہر ایک کا مہر پانچسو درہم تھا، یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر اُن کی آزادی قرار دیا گیا تھا، اس کے علاوہ کوئی مہر اُن کے لئے مقرر نہیں ہوا، اور حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر نجاشی نے دیا تھا۔

(فصل ۱۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

قبل از نبوت آپ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک بچہ: عبدمَناف پیدا ہوا[۱]، اور بعد عطاءِ نبوت ایک بچہ: قاسم پیدا ہوا، جس کی وجہ سے آپؐ کی کنیت أبُو القاسم ہے، اور ایک بچہ: عبداللہ پیدا ہوا، اور اسی کا نام طیب تھا، اسی کو طاہر کہتے تھے۔ بعض نے کہا کہ: طیب اور ہے اور طاہر اور۔

اور ایک بچی زینب، ایک رقیہ، ایک ام کلثوم، ایک فاطمہ۔

محمد بن اسحاقؒ سے مروی ہے کہ: آپ کی کل اولاد قبل از نبوت پیدا

---

(۱) حافظ عبدالغنی مقدسی اور حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر بتایا ہے، کیونکہ اس کا راوی متہم بالکذب ہے۔

ہوئی، اور لڑکے سب پہلے ہی شیر خوارگی کی حالت میں ختم ہو گئے، اور کہا گیا ہے کہ: قاسم کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا، ایک قول یہ ہے کہ: اتنی عمر ہو گئی تھی کہ سیدھی مطیع سواری پر سوار ہو سکے، لیکن لڑکیوں نے زمانۂ اسلام پایا ہے، اور آپؐ پر ایمان لائیں، اور آپؐ کا اتباع کیا، اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔

بعض کا قول ہے کہ: عبداللہ کے علاوہ کل اولاد قبل از نبوت پیدا ہوئی۔

بیٹوں میں سب سے بڑے: قاسم ہیں، پھر طیب، پھر طاہر۔

لڑکیوں میں سب سے بڑی: زینب ہیں، پھر رقیہ، بعض کا قول ہے کہ: رقیہ بڑی ہیں، پھر زینب، پھر فاطمہ، پھر ام کلثوم، ایک قول یہ ہے کہ: فاطمہ سب سے چھوٹی ہیں۔ یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

اور مدینہ طیبہ میں ایک صاحبزادہ ابراہیم آپ کی باندی مَارِيَہ قِبْطِيَّہؓ سے پیدا ہوئے، وہیں ان کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ستر روز کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ: سات ماہ کی عمر تھی، ایک قول ہے کہ: اٹھارہ ماہ کی عمر تھی، اور آپ کی کل اولاد آپ سے پہلے ہی وفات پا گئی، سوائے حضرت فاطمہ کے کہ ان کی وفات آپ سے چھ ماہ بعد ہوئی (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔

(فصل ۱۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی شادیوں کا ذکر

ا۔حضرت زینبؓ : حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی أبُو العَاص بنِ رَبِیْع بنِ عَبْدِ العُزّیٰ بنِ عبدِ شَمْس سے ہوئی، وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام ھَالَہ بنتِ خُوَیلِد ہے، جو کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن تھیں، اور اس شادی کی رائے حضرت خدیجہؓ نے ہی حضور اکرم ﷺ کو دی تھی، حضور ﷺ ان کی رائے کی مخالفت پسند نہ فرماتے تھے۔ یہ شادی نزول وحی سے پہلے ہوئی۔

ابو العاص کا شمار مال، تجارت، اور امانت کے اعتبار سے مکہ مکرمہ کے مخصوص لوگوں میں تھا، جب نبی اکرم ﷺ نے قریش پر اللہ کے امر یعنی اسلام کو پیش فرمایا، تو وہ لوگ ابو العاص کے پاس آئے اور کہا کہ: اپنی بیوی کو چھوڑ دو، جس عورت سے چاہو گے ہم تمہاری شادی کر دیں گے، انہوں نے جواب دیا کہ: میں اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا، اور مجھے اس کے عوض قریش کی بہتر سے بہتر بھی کوئی عورت منظور نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب اسلام لے آئیں تو اسلام نے ان کے اور ابوالعاص کے درمیان تفریق کر دی، لیکن حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ میں غلبۂ اسلام نہ ہونے کی وجہ سے اس تفریق پر قدرت نہیں تھی، پھر جب مسلمانوں نے ابو العاص کو گرفتار کیا [1] تو انہوں نے حضرت زینبؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ: تم اپنے والدؐ سے میرے لئے امن لے لو، تو حضرت زینبؓ نکلیں، اور اپنے حجرہ سے سر بلند کر کے آواز دی کہ: لوگو! میں حضور ﷺ کی بیٹی زینب ہوں، میں نے ابوالعاص کو امن دے دیا ہے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ: ''اے لوگو! تم نے اس امن کو سن لیا، تمہارے سننے سے پہلے مجھے بھی اس کا علم نہیں تھا، خبردار رہو! مسلمان کی شان یہ ہے کہ اگر چھوٹے سے چھوٹا بھی کسی کو امن دے دے، تو اس کی پابندی لازم ہو جاتی ہے''۔

عَمْرو بن شُعَیْب اپنے والد کے حوالہ سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ کو حضرت أبُو الْعَاصؓ کے دوبارہ حوالہ کیا، مہر بھی نیا مقرر فرمایا، اور نکاح بھی دوبارہ کیا [2]۔

---

(۱) ابوالعاص کی گرفتاری کا یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے شام کی طرف سے ایک سفر سے اُن کی واپسی پر ہوا تھا۔

(۲) یعنی جب حضرت ابوالعاصؓ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت زینبؓ کے حضرت أبُو الْعَاص سے ایک بچّہ علي پیدا ہوا، جس کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، اور ایک بچّی أُمَامَةؓ پیدا ہوئیں، یہ أمَامَه وہی ہیں جن کو عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ نے اُٹھایا تھا۔ یہ زندہ رہیں، حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے شادی کی، یہ حضرت علی کے نکاح میں تھیں کہ حضرت کے زخم لگا اور وفات پائی۔ پھر حضرت مُغِيْرَہؓ بنِ [نَوْفَل] بنِ حَارِث بنِ عَبْدِالمُطَّلِب نے ان سے نکاح کیا، انہی کے نکاح میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۔حضرت فاطمہؓ : حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علیؓ نے بحالتِ اسلام شادی کی، جن سے تین لڑکے : حَسَنؓ، حُسَينؓ، مُحَسِّنؓ پیدا ہوئے، محسّنؓ کا بچپن میں انتقال ہوا، تین لڑکیاں : رقیہؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔

رقیہؓ کا بلوغ سے پہلے انتقال ہوا، زینبؓ سے عبداللہ بن جعفر (۱) رضی اللہ عنہما نے شادی کی، ان کا انتقال انہیں کے نکاح میں ہوا، اُن سے علی بن عبداللہ بن جعفرؓ پیدا ہوئے۔

---

(۱) یہ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ ہیں، انہوں حضرت رقیہ بنت علیؓ کی وفات کے بعد ان کی بہن اُم کلثوم بنت علیؓ سے بھی نکاح کیا تھا، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عمرؓ نے شادی کی جن سے زید بن عمرؓ پیدا ہوئے، حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت عونؓ بن جعفر سے نکاح ہوا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت عون کے انتقال کے بعد حضرت محمدؓ بن جعفر سے نکاح ہوا، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت محمد بن جعفر کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہؓ بن جعفر سے نکاح ہوا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان ہی کے نکاح میں انتقال ہوا۔ بعض نے کہا کہ: حضرت عبداللہ بن جعفر کا انتقال پہلے ہوا۔

۳۔ حضرت رقیہؓ : حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان بن عفانؓ نے شادی کی، ان سے عبداللہ پیدا ہوئے، اسی وجہ سے ان کی کنیت اول ابوعبداللہ تھی، پھر اس کے بعد ابوعمرو کنیت ہوئی، دونوں طرح کنیت مستعمل تھی۔

حضرت عثمانؓ کی شادی سے پہلے حضرت رقیہؓ عُتْبَه بن أبي لَهَب کے نکاح میں تھیں، مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی یہاں تک حضور اکرم ﷺ کو نبوت عطا ہوگئی، پھر جب ﴿ تَبَّتْ يَدَاأَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ نازل ہوئی، اور حضرت رقیہؓ ایمان لے آئیں، تو عتبہ کی ماں، اُمّ جَمِيْل بِنْتِ حَرْب بنِ اُمَيَّه حَمَّالَةُ الْحَطَب نے کہا کہ: ''بیٹے! رقیہ تو دوسرے دین کی طرف جھک گئی، تو اسے

طلاق دے دے'' اس نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے ان سے شادی کی، بعض نے کہا ہے کہ: حضرت عثمانؓ کا ان سے نکاح اسلام سے قبل ہوا تھا، اور حضرت عثمانؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تو یہ بھی ساتھ گئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس روز ہوئی جس وقت حضرت زید بن حارثہؓ فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے، یہ ایسے وقت پہنچے ہیں کہ حضرت عثمانؓ قبر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر رہے تھے، ان کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اور حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کی غنیمت میں ان کا حصّہ بھی لگایا تھا۔ روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ سے آپ کی بیٹی رقیہؓ کی تعزیت کی گئی، تو آپؐ نے فرمایا: '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَكْرُمَاتِ ''(۱)۔

۴۔ حضرت ام کلثومؓ : حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمانؓ نے شادی کی جب کہ ان کی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، وہ ان سے پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے شوہرِ اوّل عُتْبَہْ کے بھائی عُتَيْبَهْ بن أبي لهب کے نکاح میں تھیں، جب ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ: لڑکیوں کو دفن کرنا اُن کے لئے موجبِ تکریم ہے۔ اور مراد یہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ: عورت کے لئے زندگی میں بہترین جائے پناہ شوہر ہے، اور موت کے بعد قبر ہے۔

نازل ہوئی تو ابولھب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ: اگر تم دونوں نے محمد کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو میرا سر تمہارے سر سے حرام ہے، اس پر ان دونوں نے طلاق دے دی اور رخصتی دونوں کی نہیں ہوئی تھی۔

اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے بعد عُتَیْبَہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے تمہارے دین کے ساتھ کفر کیا، اور تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی، اور آپ پر دست درازی کر کے کرتہ مبارک پھاڑ دیا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا تجھ پر مسلط کر دے'' وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کے لئے شام کی طرف گیا ہوا تھا، کہ مقام زَرْقَاء پر رات کو یہ قافلہ ٹھہرا، تو ایک شیر وہاں آیا، عُتَیْبَہ کہنے لگا: ''میری ماں کا ناس ہو، بخدا یہ شیر محمد (ﷺ) کی بد دعا کی وجہ سے مجھے کھا کر رہے گا، ابنُ أبي كَبْشَه [1] میرا قاتل ہے، حالانکہ وہ مکہ میں ہے اور میں شام میں ہوں؟'' اور ابولہب نے کہا کہ: اے قریش کی جماعت! آج رات ہماری مدد کرو، مجھے محمد کی بد دعاء کا ڈر ہے۔ ان سب نے اپنے سامانوں کو جمع کیا اور عُتَیبہ کے لئے صدر مقام میں بستر بچھایا، اور گرد اگرد سب سو گئے۔

منقول ہے کہ: وہ شیر اس وقت تو لوٹ گیا، یہاں تک کہ سب سو گئے،

(۱) ابن ابی کبشہ سے مراد حضور ہیں، ابو کبشہ بنوخزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے بتوں کی پرستش کی مخالفت کی تھی، اس لئے مشرکین مکہ نے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ لقب تمسخر کے طور پر تجویز کیا تھا۔

اور عُتَیبہ ان سب کے بیچ میں تھا، پھر شیر آیا ان کے اوپر کو چھلانگ مارتا ہوا اور ان کو سونگھتا رہا، یہاں تک کہ عُتَیبہ کا سر پکڑ کر چیر ڈالا۔

حضرت عثمانؓ کے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ: اولاد تو ہوئی مگر زندہ نہیں رہی، نہ ان سے نہ ان کی بہن (رقیہ) سے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات شعبان ۹ھ میں حضرت عثمانؓ کے نکاح میں ہوئی، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''اے عثمان! اگر ہمارے تیسری بیٹی ہوتی تو تجھ سے اُس کا نکاح کر دیتے''۔

حضور اکرم ﷺ حضرت ام کلثومؓ کی قبر کے پاس بیٹھے، محمد بن عبدالرحمٰن بن زُرَارہ(۱)[حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، وہ] کہتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو آج رات اپنی بیوی کے پاس نہ گیا ہو؟'' حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا کہ: حضور! میں ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اُترو (قبر میں) اور اُن کو (لحد) میں چھپا دو''۔

---

(۱) یہ تابعی ہیں، اور حادثۂ دفن کے اصل شاہد حضرت انس بن مالکؓ ہیں، وہی فرما رہے ہیں: میں نے دیکھا... الخ، اس لئے بین القوسین والی عبارت ''طبقات'' ابن سعد سے لے کر یہاں بڑھا دی گئی۔

(فصل ۱۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپیاں

چچا: آپ کے گیارہ چچا تھے جو کہ عبدالمطلب کے لڑکے تھے :

پہلے چچا : حارث، انہی کی وجہ سے عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی، کیوں کہ یہ سب سے بڑے بیٹے تھے، ان کی اولاد، اور اَولاد دَر اَولاد سے ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئی۔

۱۔ انہیں میں اَبُو سُفْیَانؓ بن الحَارِث بھی ہیں، جو فتح مکہ کے سال اسلام لائے، اور غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ : ''ابوسفیان جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں'' انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

۲۔ انہیں میں عَبْدِ شَمْس بھی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا، ان کی اولاد مُلکِ شام میں رہی۔

دوسرے چچا : قُثَم ہیں، جن کا بچپن میں انتقال ہوا، یہ حارث کے ماں شریک بھائی تھے۔

تیسرے چچا : زُبَیر ہیں، یہ اشرافِ قریش میں سے تھے۔

۱۔ ان کے بیٹے عبداللّٰہ بن زُبَیر رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، اوراس روز میدان میں جمے رہے، اور أجْنَادِیْن[1] میں شہید ہوئے، روایت ہے کہ: یہ سات آدمیوں کے قریب ملے جن کو یہ قتل کر چکے تھے، اوران سے لڑتے ہوئے خود بھی قتل ہوئے۔

۲۔ ضُباعَه بنت الزبیر صحابیہ ہیں۔ ۳۔ اور أُمُّ الحَكَم بنت الزُّبَیر نے حضور ﷺ سے روایت بھی کی ہے۔

چوتھے چچا: حَمْزَه بنِ عبد المُطَّلِب رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اللہ کے شیر اوراللہ کے رسول ﷺ کے شیر تھے، ان کی کنیت أبُو عُمَارَہ تھی، یہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ شروع ہی میں اسلام قبول کیا، بدر میں شریک ہوئے، اُحد میں شہادت پائی، ان کے صرف ایک لڑکی تھی۔

پانچویں چچا: ابوالفضل عَبَّاس رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اسلام لائے اور اپنے اسلام کو حسین بنایا، مدینہ طیبہ کی ہجرت کی، حضور ﷺ سے عمر میں تین سال زیادہ تھے۔

ان کے کئی بیٹے تھے: بڑے بیٹے کا نام الفَضْل ہے، اوراسی وجہ سے ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ عَبدُاللّٰه، عُبَیْدُ اللّٰه، قُثَم بھی ان کے لڑکے تھے، یہ سب صحابی ہوئے۔

---

(۱) اجنادین: فلسطین کی سرزمین میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ جنگ سنہ ۱۳ھ میں ہوئی تھی۔

خدمتِ سقایہ و زمزم اُن کے سپرد تھی، جو کہ فتح مکہ کے روز نبی اکرم ﷺ نے ان کے سپرد فرمائی تھی۔ ۳۴ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی، اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

چھٹے چچا: أبُـو طَالِب ہیں، ان کا نام عبد مَناف ہے، یہ حضور ﷺ کے والد عبد اللہ اور آپ کی پھوپھی عاتکہ[1] کے ماں شریک بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام فَاطِمَه بِنْتِ عَمْرو بنِ عَائِذ بنِ عُمَر بنِ مَخْزُوم ہے۔

ان کی اولاد میں: طالب کا بحالتِ کفر انتقال ہوا، عَقِیلؓ، جعفرؓ، عليؓ، أُمّ هَانيؓ کو شرفِ صحبت نصیب ہوا، أم هاني کا نام فاخِتَه ہے، بعض نے هِنْد بتایا ہے۔ جُمَانَه کو بھی ان کی اولاد میں ذکر کیا گیا ہے۔

ساتویں چچا: أبُـولَهَب ہے، اس کا نام عبـدالـعُزّیٰ ہے، چہرہ حسین ہونے کی وجہ سے باپ نے ہی ابولہب کنیت تجویز کی تھی، اس کی اولاد میں سے عُتْبَه اور مُـعَتّب اور دُرَّہ (بنت ابی لہب) ہر سہ صحابی ہوئے، اور میدانِ حُنین میں عتبہ اور معتب حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

عُتَیْبَـه کو بحالتِ کفر ہی مُلکِ شام کے مقامِ زَرْقَـاء میں شیر نے حضور ﷺ کی بددعا کی وجہ سے مارڈالا[2]۔

(۱) جن کا خواب واقعۂ بدر میں مشہور ہے، دیکھو صفحہ ۱۷۴۔ (۲) دیکھو ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

آٹھویں چچا : عبدُ الکَعبه ہے۔

نویں چچا : حِجْل ہے، اس کا نام مُغِیْرہ ہے۔

دسویں چچا : ضِـرَار ہے، یہ عباس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

گیارہویں چچا : غَیْدَاق ہے، یہ نام اس لئے تجویز ہوا کہ یہ قریش میں سب سے زیادہ کریم اور لوگوں کو کھلانے والے تھے۔

ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ علی بن صالح سے روایت نقل کی ہے کہ: عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے، ہر ایک اُن میں سے ایک جَذَعَه [1] کھاتا تھا۔

پھوپھیاں: آپ کی پھوپھیاں چھ تھیں۔

پہلی پھوپھی : حضرت صَفِیَّه بِنْتِ عَبْدِ المُطَّلِب ہیں، انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی، یہ حضرت زبیر بن العوامؓ کی والدہ ہیں، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی، یہ حضرت حمزہؓ کی ماں شریک بہن تھیں۔

دوسری پھوپھی : عَاتِکَه ہیں، کہا گیا ہے کہ: یہ اسلام لائیں۔ یہی وہ

---

(۱) جَذَعہ : بکری کا وہ بچہ جو آٹھ یا نو مہینہ یا سال کا ہو گیا ہو۔

ہیں جن کے خواب کا واقعہ مشہور ہے [1] یہ أبُوْ أمَيَّه بنِ مُغِيْرَه بنِ عَبْدِ اللّٰه بنِ عُمَر بنِ مَخْزُوم کے نکاح میں تھیں، ان کے بیٹے عبد اللّٰه اسلام لائے اور صحابی ہوئے، زُهَيْر اور قَرِيْبَه كُبْرىٰ بھی ان کی اولاد ہیں۔

تیسری پھوپھی : أروىٰ ہیں، جو عُمَيْر بنِ وَهْب بنِ عَبْدِ الدَّارِ بنِ قُصَيّ کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بیٹے طُلَيب بنِ عُمَيْر ہیں، یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ بدر میں شریک ہوئے، أجنادِين (۱۳ھ) میں شہید ہوئے۔ اولاد کوئی نہیں چھوڑی۔

چوتھی پھوپھی : أُمَيْمَه بِنتِ عَبْدِ المُطَّلِب ہیں، یہ جَحْش بنِ رِيَاب کے نکاح میں تھیں، ان سے عَبْد اللّٰهؓ پیدا ہوئے، جو اُحد میں شہید ہوئے، أبُو أحمدؓ اعمی شاعر جن کا نام عَبْد ہے، زینبؓ حضورؐ کی بی بی، أم حَبِيبَهؓ، حَمْنَهؓ، یہ سب ان کی اولاد صحابی ہیں۔ اور عُبید اللہ بن جحش نے اسلام قبول کیا، پھر نصرانی بن گیا، اور حبشہ میں بحالتِ کفر مرا۔

پانچویں پھوپھی : بَرَّه ہیں، یہ عَبْدُ الأسَد بنِ هِلَالِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَربنِ مَخْزُوم کے نکاح میں تھیں، ان سے أبُو سَلَمَه پیدا ہوئے، جن کا

(۱) جو کہ انہوں نے غزوۂ بدر سے تین دن پہلے مشرکینِ مکہ کی موقعۂ بدر میں سنگین شکست، اور قریش کے سرداروں کے قتل کے بارے میں دیکھا تھا۔

نام عبداللہ تھا اور یہ حضور ﷺ کی بی بی ام سلمہؓ کے پہلے خاوند تھے، عبدالاسد کے بعد ان سے أَبُو رُهْم بنِ عَبْدِ العُزّیٰ بنِ أَبِي قَيْس نے نکاح کیا، اُن سے أَبُو سَبْرَةؓ بنِ أبي رُهْم پیدا ہوئے۔

چھٹی پھوپھی : أُم حَكِيْم ہیں، ان کا نام بیضاء ہے، یہ كُرَيْز بنِ رَبِيعَه بنِ حَبِيب بنِ عَبدِ شَمْس بنِ عَبْدِ مَنَاف کے نکاح میں تھیں، ان سے أَرْوَیٰ بنتِ كُرَيْز پیدا ہوئیں جو کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی والدہ تھیں۔

(فصل ۱۴)

غلام اور باندیاں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا

آپؐ نے اکتیس مردوں کو آزاد کیا :

۱۔ زَيْد بنِ حَارِثَه بنِ شَرَاحِيْل كَلْبِي ہیں، یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، حضور اکرم ﷺ نے ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بطور ہبہ لے لیا جب وہ آپ کے نکاح میں آئیں، اور آزاد کر دیا۔

۲۔ ان کے بیٹے أُسَامَه بن زَید ہیں، لوگ کہا کرتے تھے کہ: یہ حضور ﷺ کے چہیتے ہیں۔

۳۔ ثَوْبَان بن بُجْدُد ہیں، ان کا سلسلۂ نسب یمن میں تھا۔

۴۔ أبــو کَبْشَــه ہیں، یہ مکہ مکرمہ کے پیدا شدہ ہیں، بعض نے کہا کہ: دَوس میں پیدا ہوئے، کہا گیا ہے کہ: ان کا نام سُلَیم تھا، یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، حضور اکرم ﷺ نے ان کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے روز اُن کی وفات ہوئی۔

۵۔ أُنَیْســه ہیں، یہ سَرَاۃ کے پیدا شدہ ہیں، حضور ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کیا۔

۶۔ شُقْرَان ہیں، ان کا نام صالح تھا، کہا گیا ہے کہ: یہ آپ کو اپنے والد سے بطورِ وراثت ملے، اور کہا گیا ہے کہ: ان کو آپؐ نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے خرید کر آزاد کیا۔

۷۔ رَبَاح اُسود نُوبی[1] ہیں، ان کو آپ نے وفدِ عبد القیس سے خرید کر آزاد کیا۔

۸۔ یَسَار نُوبی ہیں، یہ بعض غزوات میں حضور ﷺ کے ہاتھ آئے،

---

(۱) نُوبہ: جنوبِ مصر کا علاقہ ہے، جہاں اُس زمانہ میں زرخریدوں کا بازار لگتا تھا۔

یہی وہ ہیں جن کو اہل عُرَینہ نے قتل کیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹے، ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے، اور حضور اکرم ﷺ کی دودھ والی اونٹنیاں[1] ہنکا لے گئے تھے، اور ان کی نعش مدینہ طیبہ میں لائی گئی تھی۔

۹۔ أبـو رَافـع ہیں، ان کا نام اسلم ہے، بعض نے کہا کہ ابراہیم ہے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے جن کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہبہ کر دیا تھا، جب انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشخبری سنائی تو حضور ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا، اور ایک اپنی آزاد کردہ باندی سلمٰی سے اُن کا نکاح کر دیا، جن سے عُبَیـد اللّٰـہ پیدا ہوئے، جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام زمانۂ خلافت میں کاتب رہے۔

۱۰۔ أبُو مُوَیهِبَه ہیں، ان کی پیدائش مُزَینہ کی ہے، ان کو آپؐ نے خریدا اور آزاد کیا۔

۱۱۔ فَضَالَه ہیں، یہ ملکِ شام میں گئے، وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔

۱۲۔ رافِـــع ہیں، یہ سعید بن العاص کے آزاد کردہ تھے، مگر ان کی اولاد نے باوجود آزادی کے رافع کو میراثِ پدر قرار دیا، پھر بعض اولاد نے آزاد کر

(۱) جو کہ اُن کی نگرانی میں تھیں۔

دیا، بعض نے نہ کیا، تو رافع نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مدد طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے، تو وہ آپ کو ہبہ کر دئے گئے، اور وہ کہا کرتے تھے کہ: میں حضور ﷺ کا آزاد کردہ ہوں۔

۱۳۔ مِدْعَم اسود ہیں، ان کو رِفاعہ بن زید جُذَامی نے آپ کی خدمت میں بطور ہبہ پیش کیا تھا، یہ وادی قُرٰی میں قتل ہوئے، ان کے ایک تیر لگا تھا، ان کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''جو چادر انہوں نے مالِ غنیمت سے بغیر اجازت لی ہے، وہ اُن پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے''۔

۱۴۔ کِرْکِرَہ ہیں، یہ حضور اکرم ﷺ کے سامان پر محافظ تھے، اور یہ [نُوبَہ] کے تھے، هَوْذَه بن عَلي حَنَفِي نے ان کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا، آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔

۱۵۔ زید ہیں، یہ ہلال بن یَسَاف بن زید کے دادا ہیں۔

۱۶۔ طَهْمَان ہیں۔ ۱۷۔ عُبید ہیں۔

۱۸۔ مَأْبُور قبطی ہیں، ان کو حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں مُقَوقِس(۱) نے ہدیہ کیا تھا۔

۱۹۔ وَاقِد ہیں۔ ۲۰۔ أبو وَاقِد ہیں۔

---

(۱) شاہِ مصر کا نام ہے۔

۲۱۔ ھِشام ہیں۔

۲۲۔ أبُو ضُمَیرَہ ہیں، یہ بطورِ فَيْء[1] حضور ﷺ کی مِلک میں آئے، تو آپ نے ان کو آزاد کردیا۔

۲۳۔ أبُو عَسِیْب ہیں، ان کا نام اَحمر ہے۔ ۲۴۔ أبو عُبید ہیں۔

۲۵۔ سَفِینَہ ہیں، یہ حضورِ اکرم ﷺ کی بی بی اُم سلمہ کے غلام تھے، انہوں نے ان کو آزاد کردیا، اور یہ شرط کی کہ عمر بھر حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت کرنا، انہوں نے جواب میں کہا کہ: اگر آپ مجھ سے یہ شرط نہ کرتیں تب بھی میں حضورِ اقدس ﷺ کو نہ چھوڑتا۔ اُن کا نام رَباح تھا، بعض نے کہا ہے کہ: مہران تھا، پھر حضور ﷺ نے ان کا نام سفینہ رکھا، کیونکہ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، وہاں یہ بات پیش آئی کہ جو شخص تھک جاتا وہ اپنا سامان ڈھال تلوار وغیرہ اُن پر ڈال دیتا، یہ لئے چلتے، حضور ﷺ اُن کے قریب کو گذرے تو یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ: ''تم تو سَفِینَہ ہو''[2] اور یہ اَسود تھے، اَعراب میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔

۲۶۔ حُنَین ہیں۔

۲۷۔ أبُو ھِنْد ہیں، ان ہی کے متعلق آپ نے عورتوں کو اور ان کے

---

(۱) فَيْء: وہ مالِ غنیمت جو دشمن سے، بغیر لڑائی کے حاصل ہو۔ (۲) سفینہ: کشتی۔

اولیاء کو ترغیب دی تھی کہ ان سے نکاح کرو، ان کو حُدیبیہ سے واپسی کے وقت آپ نے خریدا اور آزاد کردیا۔

۲۸۔ أَنْجَشَہ ہیں، یہ اونٹوں کے حُدی خواں تھے، ان ہی کو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''جلدی نہ کرو، ذرا آہستہ سنبھل کر چلو، قواریر[1] پر رحم کرو''۔

۲۹۔ أَنَسَہ ہیں، یہ حبشی فصیح تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو مدینہ طیبہ میں آزاد کیا۔

۳۰۔ أبو لُبَابَہ ہیں، یہ حضور اقدس ﷺ کی بعض پھوپھیوں کے غلام تھے، تو انہوں نے آپ کی خدمت میں ان کو ہبہ کردیا تھا، آپ نے ان کو آزاد کردیا۔

۳۱۔ رُوَیفِع، اُن کو ہَوازِن سے گرفتار کیا تھا اور آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔

یہ تو مشہور لوگ ہیں، بعض نے کہا ہے کہ: آپ نے چالیس مردوں کو آزاد کیا ہے۔

---

(۱) قواریر: عورتیں اور بچے۔

آزاد کی ہوئی باندیاں : عورتوں میں سات باندیاں ہیں جن کو آپؐ نے آزاد کیا ہے :

۱۔ سَلْمَیٰ ، اُن کی کنیت اُم رافع ہے۔

۲۔ بَرَکَہ، اُمّ أَیمَن ہیں، یہ آپ کو میراثِ پدری میں ملی تھیں، انہوں نے آپ کو پالا بھی تھا، اور یہ اُسامہ بن زیدؓ کی والدہ ہیں۔

۳۔ مَارِیَه قِبْطِیَّه ہیں۔ ۴۔ رَیحَانَه ہیں۔

۵۔ مَیْمُونه بنتِ سَعْد ہیں۔ ۶۔ خَضِرَہ ہیں۔

۷۔ رَضْوَیٰ ہیں ۔

☆ رضي الله تعالیٰ عنهُم ☆
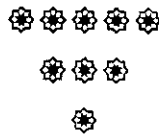
(فصل ۱۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کا ذکر

حضور اکرم ﷺ کے خادم جو آزاد تھے وہ گیارہ ہیں:

۱۔ انس بن مالک بن نضر انصاریؓ ہیں۔

۲،۳۔ ہندؓ اور اسماءؓ ہیں، اور یہ حارثہ کی اولاد ہیں، اور أَسْلَمِي ہیں۔

۴۔ ربیعہؓ بن کعب اسلمی ہیں۔

۵۔ عبداللہؓ بن مسعود ہیں، یہ صاحبِ نعلین تھے، جب حضور اکرم ﷺ مجلس سے اٹھتے تو یہ آپ کو جوتے پہناتے، اور جب تک آپ مجلس میں تشریف رکھتے تو یہ ان جوتوں کو اپنے پاس حفاظت سے رکھتے۔

۶۔ عُقْبہ بن عامر جُہنیؓ ہیں، یہ حضور اکرم ﷺ کا خچر سفروں میں لے کر چلا کرتے تھے۔

۷۔ بلال بن رَباح مؤذنؓ ہیں۔

۸۔ سعدؓ ہیں، یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ تھے۔

۹۔ ذومِخْمَرؓ ہیں، یہ نجاشی[1] کے بھتیجے تھے، بعض نے کہا ہے کہ

(۱) شاہِ حبشہ کا نام۔

بھانجے تھے، بعض نے ان کا نام ذُو مِخْبَر بتایا ہے۔

۱۰۔ بُکَیْر بنُ شَدَّاخ لَیثِي ہیں، بعض نے ان کا نام بَکرؓ بتایا ہے۔

۱۱۔ ابوذر غفاریؓ ہیں۔

رضي الله تعالیٰ عنهُم

(فصل ۱۶)

غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار اور محافظ

وہ آٹھ ہیں:

۱۔ سَعْد بن مُعَاذ ہیں، انہوں نے بدر کے دن آپؐ کا پہرہ دیا جب کہ آپ چھپر کے سایہ میں لیٹے۔

۲۔ ذَکْوَان بنِ عَبدِقَیْس ہیں۔

۳۔ مُحَمَّد بن مَسْلَمَه أنْصَارِي ہیں، انہوں نے غزوۂ اُحد میں آپ کا پہرہ دیا۔

۴۔ زُبَیر بن عَوَّام ہیں، انہوں نے یوم خندق میں آپ کا پہرہ دیا۔

۵۔ عَبَّاد بن بِشْر ہیں، یہ آپ کے پہرہ دار ہوتے تھے۔

٦۔ سَعْد بن أبي وَقَّاص ہیں۔

۷۔ أبُـو أيُّوب أنصَارِي ہیں، انہوں نے خیبر میں آپ کا پہرہ دیا جس رات حضرت صفیہؓ کی رخصتی ہوئی۔

۸۔ بِلال ہیں، انہوں نے وادی القُریٰ میں آپ کا پہرہ دیا(۱)۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ، وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [سورۂ مائدہ] تو آپ نے پہرہ داروں کو مقرر کرنا موقوف فرما دیا۔

---

(۱) حضرت ذکوان بن عبد قیسؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی وادی القریٰ میں پہرہ دیا تھا، اس طرح سے پہرہ دینے والے کل تین ہوئے۔

(فصل ۱۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد

وہ گیارہ ہیں :

۱۔ عَمْرُو بن أُمَيَّه ضَمْرِي ہیں، ان کو آپ نے نَجاشی کے پاس بھیجا، نَجاشی کا نام أَصْحَمَه ہے جس کا ترجمہ ہے عَطِیّہ، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے خط مبارک کو لیا، اپنی آنکھوں پر رکھا، اور اپنے تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھا، اور اسلام قبول کیا، اور اس کا اسلام عمدہ رہا، جس روز اس کا انتقال ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی، روایت ہے کہ : اُس کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا تھا۔

۲۔ دِحْيَه بن خَلِيفَه كَلْبِي ہیں، ان کو آپ نے رُوم کے بادشاہ قیصر کے پاس بھیجا، قیصرِ روم کا نام هِرَقْل تھا، اس نے نبی اکرم ﷺ [کے بارے میں اُن سے پوچھا، اور جب اس کے نزدیک آپؐ] کی نبوت صحیح ثابت ہوئی تو اس نے قبول اسلام کا ارادہ کیا، مگر قومِ رُوم نے اس کی موافقت نہ کی، اس کو اپنی قوم کی طرف سے بغاوت پھیلنے اور حکومت زائل ہونے کا اندیشہ ہوا

اس بنا پر وہ اسلام سے رُک گیا۔

۳۔ عَبدُ اللّٰہ بن حُذَافہ سَہْمِي ہیں، ان کو آپ نے فارس کے بادشاہ کسریٰ[1] کے پاس بھیجا، اس نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کو چاک کر دیا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ : ''خدائے قہار اس کی اور اس کی قوم کی مملکت کو پارہ پارہ کر دے، جیسا اس نے میرے خط کو چاک کیا'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کی قوم کی مملکت کو پارہ پارہ کر کے ختم فرمادیا۔

۴۔ حَاطِب بن أَبِي بَلْتَعَہ لَخْمِي ہیں، ان کو آپؐ نے اسکندریہ اور مصر کے بادشاہ مُقَوقِس کے پاس بھیجا، اس نے کلماتِ خیر کہے اور اسلام لانے کے قریب ہو گیا، مگر اسلام قبول نہیں کیا، اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، جس میں یہ اشیاء تھیں: ماریہ قبطیہؓ اور ان کی بہن سیرین، اور ایک سفید خچر جس کا نام دُلدُل تھا، اور چند نیزے[2]۔

حضور اکرم ﷺ نے سیرین تو حضرت حسان بن ثابتؓ کو دے دی، جن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے، اور ماریہ کو خود اپنے استعمال میں رکھا، جن سے ابراہیم پیدا ہوئے۔

---

(۱) (کسریٰ) شاھان فارس کا لقب تھا، اور یہ کسریٰ جس کو حضور ﷺ نے خط لکھا تھا اس کا نام (پرویز) تھا۔

(۲) اور ایک مابور نامی غلام، اور ایک لِزَاز نامی گھوڑا، دیکھوص ۱۷۸، اور ۱۹۲۔

۵۔ عَمْرُو بن العَاص ہیں، ان کو عُمان کے دو بادشاہوں جَیْفر اور عَبْد کے پاس بھیجا، یہ دونوں جُلَنْدَیٰ کے بیٹے اور قبیلۂ اَزْد کے تھے، یہ دونوں اسلام لائے اور نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی، اور دونوں نے حضرت عمرو بن العاص کو صدقہ وصول کرنے اور ان کی قوم میں حکمِ خداوندی کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے منظور کرلیا، تو یہ حضور اکرم ﷺ کی وفات تک اسی قوم میں رہے۔

٦۔ سَلِیْط بن عَمْرو عَامِرِي ہیں، ان کو آپؐ نے هَوْذَہ بن عَلِي حَنَفي کے پاس یَمَامہ میں بھیجا، اس نے ان کا اکرام کیا مہمانی کی، اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جواب لکھا کہ: ''آپ نے جس چیز کی دعوت دی ہے وہ کس قدر حسین وجمیل چیز ہے، میں اپنی قوم کا خطیب وشاعر ہوں تو کچھ اختیارات میرے لئے بھی کردیجئے'' نبی اکرم ﷺ نے اس کا انکار فرمایا، اس نے اسلام قبول نہ کیا اور فتح مکہ کے دن مرا۔

۷۔ شُجَاع بن وَهْب أَسَدِي ہیں، ان کو آپؐ نے شام کے مَلِکُ البَلْقَاء حارث بن أبي شِمْر غَسَّانِي کے پاس بھیجا، شجاع کہتے ہیں کہ: وہ دمشق کے مقام غُوْطَہ میں تھا جب میں اس کے پاس پہنچا، تو اس نے نبی اکرم ﷺ کا والا نامہ پڑھا، پھر ڈالدیا اور کہا کہ: میں ان کے پاس خود جاؤں گا،

اوراس کاارادہ بھی کیا،مگر قیصر نے اس کومنع کردیا۔

۸۔ مُهَاجِر بن أبي أُمَيَّه مَخْزُومي ہیں،آپؐ نے اُن کویمن بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ حَارِث حِمْيَرِي کے پاس بھیجا۔

۹۔ عَلاء بن حَضْرَمِي ہیں،ان کوآپؐ نے بحرین کے بادشاہ بن سَاوَىٰ عَبْدِي کے پاس بھیجا،اوراس کے پاس خط لکھا جس میں اسلام کی دعوت دی،تو وہ اسلام لے آیا اورآپ کی تصدیق کی۔

۱۰۔ أبُو مُوسىٰ أشْعَرِي ہیں،ان کویمن بھیجا۔

۱۱۔ مُعَاذ ہیں،ان کوابوموسیٰ کے ساتھ یمن بھیجا،یہ دونوں اکٹھے میں اسلام کی دعوت دیتے رہے،تمام اہل یمن: رعایا اور بادشاہ سب رغبت سے بلا قتال کے اسلام قبول کیا۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀
❀ ❀ ❀

(فصل ۱۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب

اور وہ تیرہ ہیں:

(۱) أبو بكر صِدّيقٌ (۲) عُمَر بن الخَطابٌ (۳) عُثْمَان بن عَفَّانٌ (۴) علي بن أبي طالبٌ (۵) عامِر بن فُهَيرةٌ (٦) عَبدُ الله بن أرقمٌ (۷) أُبيّ بن كَعْبٌ (۸) ثابِت بن قَيْس بن شَمَّاسٌ (۹) خالد بن سَعِيد بن العَاصٌ (۱۰) حَنْظَلَه بن رَبِيع أُسَيّدِيٌّ (۱۱) زيد بن ثابتٌ (۱۲) مُعَاويه بن أبي سُفْيانٌ (۱۳) شُرَحْبِيل بن حَسَنَهٌ۔

ان میں حضرت معاویہؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اس خدمت پر زیادہ مامور رہے، اور ان کو خصوصیت بھی زیادہ حاصل تھی۔

❀❀❀❀❀
❀❀❀
❀

(فصل ۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور نجباء[1]

اور وہ بارہ ہیں :

أبُوبَـكر، عُمَر، عَلي، حَمْزَه، جَعْفَر، أبُو ذَرّ، مِـقْدَاد، سَلْمَان، حُذَيفَه، ابن مَسْعُود، عَمَّار بن يَاسِر، بِلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نبی اکرم ﷺ کے پیش پیش : عَلـي، زُبَير، مُحَمد بن مَسْلَمه، عَـاصِـم بـن أبي أَقْلَح، مِقْدَاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم، دشمن سے قتال کیا کرتے تھے۔

---

(۱) یعنی وہ صحابہ کرام جو عنایات نبویہ کے ساتھ زیادہ مخصوص تھے۔

بیسویں فصل سے آخر تک کا ترجمہ
حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
وفات (۱۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء)
کا کیا ہوا ہے۔ (نور الحسن راشد)

(فصل ۲۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

حضور اکرم ﷺ کے پاس دس گھوڑے تھے:

۱۔ السَّکْبُ : یہ وہ پہلا گھوڑا ہے جو سب سے پہلے حضور ﷺ کی ملک میں داخل ہوا، اور یہی وہ پہلا گھوڑا ہے جس پر آپ نے غزوہ میں سواری فرمائی، آپ نے اس کو بنی فَزارہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا، جنگِ اُحد میں یہ آپ کی سواری میں تھا، اعرابی کے یہاں اس گھوڑے کا نام (الضَّرِس)[1] تھا، آپ نے بدل کر اس کا نام: السَّکْب[2] رکھا۔ اس کی پیشانی اور تین پیر سفید تھے، داہنا پیر ہم رنگ جسم تھا، نہایت بلند آواز سے ہنہناتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے اس پر سوار ہوکر دوڑ میں حصہ لیا تو سب سے سابق نکلا، اس پر حضور اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے۔

۲۔ المُرْتَجِزُ : اس کو آپ نے بنومُرّہ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا، پھر اعرابی نے انکار کر دیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''کوئی ہے جو شہادت دے؟'' حضرت خزیمہ بن ثابتؓ نے حضورؐ کے حق میں گواہی دی، آپ نے

---

(۱) الضرس: سرکش، جو مشکل سے قابو میں آئے۔ (۲) السکب : تیز رو۔

حضرت خزیمہ سے فرمایا : ''جس معاملہ میں تم موجود نہیں تھے، اس کی گواہی کیسے دیتے ہو!؟'' حضرت خزیمہ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ ہم آسمان کی خبروں میں تو آپ کی تصدیق کرتے ہیں، کیا زمین کی ایک معمولی خبر میں آپ کی تصدیق نہ کریں گے!؟ حضور ﷺ نے اُن کو ذوالشہادتین[1] قرار دیا۔

۳۔ لِزَاز : مُقَوقِس شاہِ مصر نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا، حضور اکرم ﷺ کو یہ گھوڑا انہایت پسند تھا، اور اکثر غزوات میں آپ اس پر سوار ہوتے تھے۔

۴۔ اللُّحَیْف : یہ گھوڑا ربیعہ بن ابی البَراء نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا، آپؐ نے اس کے بدلہ میں بنی کلاب کے اونٹوں میں سے چند اونٹنیاں عنایت فرمائیں۔

۵۔ الظَّرِب : یہ گھوڑا فَروَہ بن عَمرو جُذَامیؓ نے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔

۶۔ اَلْوَرْد : یہ گھوڑا تَمیم دارِیؓ نے خدمتِ والا میں پیش کیا تھا، آپ نے حضرت عمرؓ کو مرحمت فرمایا، پھر جہاد میں اس پر سوار ہوئے۔

۷۔ الصَّرِم[2] ۔

---

(۱) ذُوالشہادتین : دوگواہی والا، جس کی گواہی دوگواہوں کے برابر ہو۔ (۲) الصَّرِم : سخت مزاج۔

۸۔ مُلَاوِح : یہ گھوڑا أبُو بُرْدَہ بن نِیَارؓ کا تھا۔

۹۔ سَبْحَة : جب وہ دوڑ میں آگے نکلا، تو [آپؐ] نے تسبیح پڑھی، پھر اس کا نام سَبْحَہْ رکھ دیا۔

۱۰۔ البَحْرُ : یہ گھوڑا آپ نے یمن کے تاجروں سے خریدا تھا، اس پر تین مرتبہ دوڑ میں سبقت کی، آپ نے اُس کی پیشانی کو دستِ مبارک پھیر کر فرمایا کہ : ''تو تو روانی میں بالکل دریا کے مثل ہے''۔

☆☆☆

نیز حضور اکرم ﷺ کے پاس دُلْدُل نامی ایک چِتکَبرا[1] خچر تھا، جس پر مدینہ منورہ اور اسفار میں سواری فرماتے تھے، یہ خچر شاہِ مصر مُقَوقِس نے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا، اسلام میں اسی خچر پر سب سے پہلے سواری کی گئی، یہ خچر حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عرصۂ دراز تک زندہ رہا، یہاں تک کہ خوب بوڑھا ہوگیا، اور دانت تک گر گئے، اُس کے لئے جَو کوٹے جاتے تھے، تب یہ کھا سکتا تھا۔ حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت تک یہ زندہ رہا، مقامِ یَنْبُع میں یہ مَرا۔

اس کے علاوہ دو خچر اور تھے، ایک فِضَّہْ نامی، جس کو حضرت ابوبکرؓ نے خدمتِ والا میں پیش کیا تھا۔ دوسرا أَيْلِيَّه، جس کو بادشاہِ اَیلہ نے ہدیہ کیا تھا۔

---

(۱) چتکبرا : سفید مائل بسیاہی۔

ان کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کی ملک میں ایک گدھا بھی تھا، جس کا نام یَعْفُوْر اور عُفَیْر تھا، حجۃ الوداع میں اس کی موت ہوئی۔

(فصل ۲۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مویشی

اونٹنیاں:

سِیَر کی کتب میں کہیں حضور اکرم ﷺ کا گائے بھینس پالنا منقول نہیں ہے، البتہ دودھ دینے والی اونٹنیاں آپؐ کے پاس بیس تھیں، جو جنگل میں رہتی تھیں، اور رات کے وقت ان کا دودھ دوہ کر دو بڑی مشکوں میں لایا جاتا تھا، بعض اونٹنیاں بہت بہت زیادہ دودھ دینے والی تھیں، جیسے : الحَنَّاء، السَّمْرَاء، العُرَیِّس، السَّعْدِیَّه، البُغُوم، الیُسَیْرَه، الرَّیَّاء ۔

بُرْدَہ : آپ کی ایک اونٹنی کا نام بُردہ تھا، جو ضحاک بن سفیانؓ کی پیش کردہ تھی، یہ سب سے زیادہ دودھ دیتی تھی، تنہا دو عمدہ اونٹنیوں کے برابر دودھ دے دیا کرتی تھی۔

مَھْرِیَّة : ایک اونٹنی کا نام مہریہ تھا، یہ حضرت سعد بن عُبادہؓ نے بَنُو عُقَیل کے اونٹوں میں سے منتخب کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی تھی۔

قَصْوَاء : ایک اونٹنی قصواء نامی آپ کی ملک میں تھی، یہ وہی اونٹنی ہے جس کو حضرت ابوبکرؓ نے مع ایک دوسری ناقہ کے بنوقُشَیر سے آٹھ سو درہم میں خریدی تھی، حضور اکرم ﷺ نے اسی پر سوار ہو کر ہجرت فرمائی تھی، اس وقت یہ چار سالہ تھی۔ نزول وحی کے وقت کوئی ناقہ اس کے سوا آپ کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی تھی، اسی کو عَضْبَاء اور جَدْعَاء بھی کہتے ہیں، اگرچہ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین اونٹنیاں علیحدہ تھیں۔

یہی (یعنی قصواء) وہ ناقہ ہے جو کہ دوڑ میں ہمیشہ سابق رہتی تھی، لیکن ایک مرتبہ پچھڑ گئی، اس کا مسبوق ہو جانا مسلمانوں کے لئے انتہائی گرانی اور حزن وملال کا باعث ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے کہ جس شے کو بلند کرتے ہیں، اس کو پست بھی کرتے ہیں''۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ: [پچھڑ جانے والی عَضْبَاء ہے اور] وہ ناقہ قصواء کے علاوہ ہے، أَبُو عُبَید کہتے ہیں کہ: اس کے کان میں کوئی عیب نہیں تھا بلکہ یہ اس کا نام ہے، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ: اس کے کان میں پیدائشی سوراخ تھا، اس لئے اس کا نام یہ رکھا گیا۔

بکریاں :

حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک سو سات بکریاں تھیں، جن میں سات دودھ دو ہنے والی تھیں، ان کے نام یہ ہیں: عَجْوَہ، زَمْزَم، سُقْیَا، بَرَکة، وَرْشَة، أطْلَال، أطْرَاف اُن کو اُم اَیمن ؓ چرایا کرتی تھیں۔ اُن کے علاوہ ایک بکری غَیْثَة نامی اور بھی تھی، جس کا دودھ حضور ﷺ کے لئے مخصوص تھا۔

مُرغ :

ابو سَعد نے ذکر کیا ہے کہ: آپ کے یہاں ایک سفید مُرغ بھی تھا۔

(فصل ۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار

❁ نیزے :

حضور اکرم ﷺ کے پاس چار نیزے تھے [1]، جن میں سے تین آپؐ نے بنو قَینُقاع کے اَسلحہ میں سے حاصل کئے تھے، ایک کا نام مُنْثَنِي تھا۔

(۱) نیزہ : بھالا۔

ان کے علاوہ ایک چھوٹا نیزہ تھا، جو عام طور پر آپؐ کے دستِ مبارک میں رہتا تھا، عیدین میں بھی آپؐ کے سامنے گاڑا جاتا تھا تاکہ سُترہ کا کام دے۔

❁ لکڑی، بیت، لاٹھی :

اور ایک ہاتھ کے بقدر ایک لکڑی بھی آپ کے پاس رہتی تھی، جس کا بڑا قدرے خمیدہ تھا، اس کے ذریعہ آپ کچھ اُٹھانا چاہتے تو اُٹھالیا کرتے تھے، حجۃ الوداع میں آپ نے اُسی کے ذریعہ حجرِ اَسود کا استلام کیا تھا۔ اور ایک بیت (۱) تھی جس کو عُـرْجُـون کہتے تھے، اور ایک باریک پتلی لاٹھی تھی جس کو مَمْشُوْق کہتے تھے۔

❁ کمانیں، ترکش، ڈھال :

نیز آپؐ کے پاس چار کمانیں تھیں :

ایک کا نام الرَّوحاء تھا، یہ شَوحط کی لکڑی تھی۔ دوسری کا نام البَیْضَاء تھا، یہ بھی درختِ شوحط کی لکڑی کی تھی۔ تیسری کو الصَّفْرَاء کہتے تھے، یہ نَبْع کی لکڑی کی تھی۔ چوتھی کا نام الکَتُوْم تھا، یہ کمان یومِ [اُحد] میں ٹوٹ گئی تھی۔

آپؐ کے پاس ایک ترکش تھا اس کا نام کَافُور تھا۔

---

(۱) چھوٹی لاٹھی، یا چھڑی۔

آپؐ کے پاس ایک ڈھال تھی، جس پر عُقَاب[1] کی تصویر بنی ہوئی تھی، جب یہ آپؐ کی خدمت میں ہدیہ پیش کی گئی، آپؐ نے تصویر پر ہاتھ رکھ دیا، حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کو محو کر دیا۔

❀ تلواریں :

حضور اکرم ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں:

۱۔ (ذُو الفَقَار) : یہ یومِ بدر میں آپ نے منتخب کی تھی، اسی تلوار کے بارے میں آپؐ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار کی دھار شکستہ ہو گئی ہے، آپؐ نے اس کی تعبیر ہزیمت سے دی، چنانچہ یومِ اُحُد میں یہ تعبیر ظہور میں آئی۔ حضور ﷺ کی ملکیت سے قبل مُنَبِّہ بن الحَجَّاج السَّهْمِي کی ملکیت تھی۔

تین تلواریں بنو قینقاع کے اسلحہ میں سے حاصل ہوئی تھیں:

۲۔ (قَلْعِي) : ایک سیف قلعی[2]۔

۳۔ (البَتَّار) : ایک تلوار کا نام البتار[3] تھا۔

۴۔ (الحَتْف) : ایک تلوار کا نام الحتف[4] تھا۔

۵۔ (المِخْذَم) : ایک تلوار کا نام المخذم[5] تھا۔

---

(۱) چیل کی قسم کا ایک بلند پرواز تیز رفتار شکاری پرندہ۔ (۲) موضع قلعہ کی بنی ہوئی۔ (۳) سب سے زیادہ کاٹنے والی۔ (۴) مجسم موت۔ (۵) تیغ بُران۔

۶۔ (الرَّسُوْب) : ایک تلوار الرسوب (۱) نامی بھی تھی۔

۷۔ (المَأْثُور) : ایک تلوار آپؐ کو اپنے والد کے ترکہ میں سے ملی تھی۔

۸۔ (العَضْب) : نیز ایک تلوار سعد بن عُبادہؓ نے خدمتِ اقدس میں پیش کی تھی، اس کو العضب (۲) کہتے تھے۔

۹۔(القَضِیب) : ایک تلوار القضیب (۳) نامی بھی آپؐ کے پاس تھی، یہ پہلی شمشیر ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے گلے میں لٹکایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ کی تلوار کی نعل (۴) چاندی کی تھی، اور قبضہ کی ٹوپی بھی چاندی کی تھی، اور دونوں کے درمیان چاندی کے حلقے تھے۔

❁ زرہیں :

حضور اکرم ﷺ کے پاس دو زرہیں تھیں، جو بنوقینقاع کے اَسلحہ سے حاصل ہوئیں تھیں، ایک کا نام السَّعْدِیہ تھا، دوسری کا الفِضَّہ۔

محمد بن مَسْلَمَہؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے یومِ اُحد میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دو زِرَہ پہنے ہوئے دیکھا ہے: ایک ذاتُ الفُضُول نامی، دوسری فِضَّہ نامی، اور جنگ حُنین میں بھی آپ دو زِرَہ زیبِ تن فرمائے ہوئے تھے:

---

(۱) اندر تک گھس جانے والی۔ (۲) نہایت تیز دھار والی۔ (۳) شمشیر بُران۔ (۴) تلوار کے نیام کی نوک۔

ایک کا نام السَّعْدِیَّہ تھا دوسری کا ذاتُ الفُضُول۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: حضور ﷺ کے پاس حضرت داود علیہ السلام کی وہ زرہ بھی تھی جو قتل جالوت کے وقت ان کے جسم پر تھی۔

❁ خود، پٹکا:

حضور ﷺ کے پاس ایک خود تھا، جس کا نام السَّبُوْغ تھا، نیز حضور ﷺ کے پاس چمڑے کا ایک پٹکا (کمر بند) تھا، جس میں تین حلقے چاندی کے تھے۔

❁ جھنڈا، پرچم:

حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا سیاہ تھا، جس کا نام عُقَاب تھا، حضورؐ کا نشان سفید تھا، اور بسا اوقات نشان اُمہات المؤمنین کے دوپٹوں سے بنائے جاتے تھے۔

(فصل ۲۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اور گھریلو سامان

❁ لباس اور کپڑے :

حضور اکرم ﷺ نے وفات کے وقت یہ کپڑے چھوڑے تھے:

۱۔ حِبَرَہ کے بنے ہوئے دو کپڑے۔ ۲۔ عُمان کی بنی ہوئی ازار۔ ۳۔ صُحَار کے بنے ہوئے دو پارچے۔ ۴۔ اور ایک قمیص صُحار کی بنی ہوئی۔ ۵۔ اور ایک قمیص سُحُوْل کی بنی ہوئی۔ ۶۔ یَمَن کا بنا ہوا جُبہ۔ ۷۔ اور ایک دھاری دار چادر۔ ۸۔ اور ایک سفید چادر۔ ۹۔ تین یا چار چھوٹی، سَر [سے چمٹ] جانے والی ٹوپیاں۔ ۱۰۔ پانچ بالشت طول کا ایک تہبند۔ [۱۱۔ اور ایک لحاف جو وَرْس[1] کا رنگا ہوا تھا]

❁ توشہ دان، تھیلا، بستر وغیرہ :

آپؐ کے پاس ایک توشہ دان تھا، اور چمڑے کا ایک تھیلہ تھا جس میں: آئینہ، ہاتھی دانت کی کنگھی، سرمہ دانی، قینچی، مسواک رہتی تھی۔ آپؐ کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں۔

---

(۱) ایک قسم کی گھاس جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

❁ پیالے :

حضور ﷺ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس میں چاندی یا لوہے کی تین پتریاں لگی ہوئی تھیں، اس میں ایک سوراخ تھا، جس کے ذریعے اس کو لٹکا دیا کرتے تھے، اس پیالہ میں نصف مُدّ [1] سے زائد اور پورے مُدّ سے کم پانی آتا تھا۔

ایک اور پیالہ تھا جس کا نام الرَّیَّان تھا ۔ ایک پتھر کا پیالہ تھا جس کا نام المِخْضَب تھا۔ ایک اور [پیتل] کا پیالہ تھا جس میں مہندی اور وَسمہ گھولا جاتا تھا اور جب آپؐ سر میں گرمی کا اثر محسوس فرماتے یہ (مہندی اور وسمہ) آپ کے سر پر رکھا جاتا۔ نیز ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ نیز کانسی (تانبہ) کا برتن تھا جس کو غسل کے لئے استعمال فرماتے۔ ایک چھوٹا پیالہ تھا۔

ایک صاع تھا جس کے ذریعہ آپ فِطْرَہ نکالتے تھے [2]، ایک مُدّ تھا۔

❁ تخت : آپؐ کے یہاں ایک تخت تھا۔

❁ انگوٹھی : نیز آپؐ کے پاس چاندی کی ایک انگوٹھی تھی، جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا، اُس پر (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہ) نقش تھا، بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ: انگوٹھی تو لوہے کی تھی، اُس پر چاندی کا مُلَمّع تھا۔

---

(۱) مُدّ : ایک پیمانہ ہے جس کا وزن (۷۹۶ گرام ۶۸ ملی گرام) کے برابر ہے۔

(۲) یعنی صدقۂ فطر اس سے ناپ کر دیا جاتا تھا ۔

٭ موزے : نیز نجاشی شاہِ حبشہ نے آپؐ کے لئے دو سادہ موزے بھیجے تھے، آپ نے ان کو استعمال فرمایا تھا۔

٭ چادر : نیز حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک سیاہ چادر تھی، جس کو آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں کسی کو مرحمت فرما دیا تھا، حضرت اُم سَلَمہؓ نے پوچھا کہ: یا رسول اللہؐ! آپ کی چادر کیا ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو میں نے دے دی ہے'' حضرت اُم سلمہ نے عرض کیا کہ: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اُس چادر کی سیاہی میں جسمِ اَطہر کی سفیدی سے زیادہ حسین و جمیل شے میری نظر سے نہیں گذری۔

٭ عمامہ : آپ کے پاس سَحَاب نامی ایک عمامہ بھی تھا، جس کو آپؐ اکثر باندھا کرتے تھے، پھر آپؐ نے یہ حضرت علیؓ کو مرحمت فرما دیا تھا، بسا اوقات حضرت علیؓ اس کو باندھ کر تشریف لاتے، اور کہا کرتے تھے کہ: تمہارے پاس علی سَحَاب (حضور کا عطا کردہ عمامہ) باندھ کر آیا ہے۔

٭ جمعہ کا خاص لباس : حضورؐ کے پاس روزانہ کے لباس کے علاوہ دو کپڑے تھے، جو آپؐ خاص طور پر جمعہ کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

٭ رومال : آپ کے پاس ایک رومال بھی رہتا تھا، جس سے آپ وضو کے بعد اعضاءِ وضو پونچھتے تھے، اور بسا اوقات آپؐ اپنی چادر کے کنارے سے ہی پونچھ لیا کرتے تھے۔

(فصل ۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

عمر مبارک : ترسیٹھ سال کی عمر میں آپؐ نے وفات پائی، عمرِ مبارک کے بارے میں دو روایتیں اور بھی ہیں: ایک ۶۵ سال اور دوسری ۶۰ سال کی، لیکن ۶۳ سال والی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔

وقت وفات : ۱۲/ ربیع الاول کو پیر کے دن چاشت کے وقت آپؐ کی وفات ہوئی، بعض روایات سے تاریخ وفات ۲/ ربیع الاول معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: تمہارے نبی اکرمؐ پیر کے دن پیدا ہوئے، پیر ہی کے دن مکہ سے ہجرت کی، پیر ہی کے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اور پیر ہی کے دن وفات پائی۔

تدفین کی شب : بدھ کی رات میں آپؐ کی تدفین عمل میں آئی، ایک روایت منگل کی شب کے متعلق بھی ہے۔

مرضِ موت : ۱۲/ دن آپؐ بیمار رہے، اور بعض نے چودہ روز کہا ہے، آپؐ کا مرض بخار تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: سورۂ ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ

وَالفَتْحُ ﴾ کے نزول کے بعد ہی سے آپ کا مرض شروع ہو گیا تھا، اس لئے کہ یہ سورہ بمنزلہ خبرِ وفات کے تھی۔

آخری خطبہ : جمعرات کے دن آپؐ اپنے سرِ مبارک پر ایک تیل آلودہ عمامہ باندھے ہوئے حجرۂ شریفہ سے مسجد میں تشریف لائے، چہرۂ مبارک زرد ہو رہا تھا، آپؐ نے منبر پر بیٹھ کر حضرت بلالؓ کو بلایا، اور فرمایا کہ : ''یہ اعلان کر دو کہ اپنے نبیؐ کی نصیحت سننے کے لئے جمع ہو جاؤ، کہ یہ آخری نصیحت ہے'' یہ سنتے ہی بوڑھے اور بچے سب ہی جس حال میں تھے مسجد میں جمع ہو گئے، نہ دروازے بند کرنے کا ہوش رہا، نہ بازار! سب کھلا چھوڑ کر مسجد کی طرف دوڑے، یہاں تک کہ پردہ نشیں دوشیزائیں بھی اپنے محبوب نبی کریمؐ کی آخری نصیحت سننے کے لئے گھروں سے نکل پڑیں۔

آنے والوں سے مسجد بھر گئی، جگہ تنگ ہوگئی، خود حضور اکرم ﷺ کو بار بار ارشاد فرمانا پڑا کہ : ''اپنے پیچھے والوں کے لئے کچھ جگہ نکالو'' پھر آپ کھڑے ہوئے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اس کے بعد آپؐ حجرۂ شریفہ میں تشریف لے گئے اور دِن بدن مرض بڑھتا رہا، اس کے بعد آپؐ نے خطبہ نہیں دیا۔

حیات شریفہ کے آخری لمحات : آپؐ کی وفات کا وقت قریب آیا، آپؐ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، آپؐ بار بار دستِ مبارک اس میں داخل فرماتے اور چہرۂ مبارک پر پھیرتے تھے، اور یہ دعا بار بار پڑھ رہے تھے :

اللّٰهُمَّ أعِنّي عَلىٰ سَكَرَاتِ المَوْت

اے اللہ موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔

رحلت : جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو لوگ حجرۂ مطہرہ میں گھس آئے، اور حضور اکرم ﷺ کے جسمِ اَطہر کو ایک مُنَقَّش چادر سے ڈھانپ دیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ملائکہ نے جسمِ اطہر کو ڈھک دیا تھا۔

شدتِ حزن : بعض اصحابؓ نے شدتِ حُزن کے باعث حضور ﷺ کی وفات کا انکار کر دیا، حضرت عمرؓ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے، حضرت عثمانؓ وغیرہ بہت سے اَصحاب کی زبانیں شدتِ غم سے بند ہوگئیں، اور دوسرے دن تک اُن کی زبانوں سے کوئی کلمہ نہیں نکل سکا۔ بعض حضرات شدتِ غم میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے، اتنی سکت بھی نہ رہی کہ اُٹھ بھی سکیں، حضرت علیؓ بھی اُن لوگوں میں سے تھے۔ اِس حادثہ پر حضرت عباسؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ ثابت قدم کوئی نہ رہا۔

غسل : جب صحابہ کرامؓ کو کچھ افاقہ ہوا اور غسل کی بات چیت کرنے لگے، تو حجرۂ مطہرہ کے دروازے سے ایک آواز سنائی دی کہ: آپ تو خود ہی پاک وصاف، آپ کو غسل مت دو۔ اُس کے بعد ایک اور آواز سنائی دی کہا کہ : '' آپؐ کو غسل دو، اور پہلی آواز شیطان کی تھی، اور میں خضر ہوں''

اُس کے بعد حضرت خضر نے صحابۂ کرام سے تعزیت کی اور کہا :

'' درحقیقت اللہ ہی کے نزدیک ہر مصیبت میں تسلی ہے، اور ہر ختم ہو جانے والے کا بدل ہے، اور ہر فائت کا اجر ہے، پس اللہ ہی [پر بھروسہ کرو] ، اور اسی کی ذات سے امید رکھو، بے شک حقیقۃً مصیبت زدہ وہی شخص ہے جو ثواب سے ہی محروم رہ جائے ''

کیفیت غسل : اس کے بعد صحابۂ کرامؓ میں غسل کی کیفیت میں اختلاف ہوا کہ جس طرح دوسرے مُردوں کو برہنہ کر کے غسل دیا جاتا ہے ایسے غسل دیں، یا مع کپڑوں کے حضور کو غسل دیا جائے؟ وہ اسی شش و پنج[1] میں تھے کہ حق تعالیٰ نے اُن پر نیند مسلط کر دی، کوئی شخص بھی ایسا باقی نہ رہا کہ وہ نیند کے نشہ میں سرشار نہ ہو، پھر غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ: آپ کو مع کپڑوں کے غسل دو، فوراً سب نیند سے بیدار ہوئے اور قمیص پہنے ہوئے ہی غسل دیا۔

---

(۱) سوچ بچار اور فکر میں تھے ۔

جب صحابہ کرام کسی عضو مبارک کو پلٹانا چاہتے تھے وہ خود بخود پلٹ جاتا تھا، اور ہوا جیسی ایک نرم وباریک صدا کان میں آتی تھی کہ: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نرمی سے کام کرو، کہ غسل دینے والے تم ہی نہیں اور بھی ہیں۔

غسل دینے والے : عليٌ بن أبي طالب ، عبَّاس، فَضْل بن العَبَّاس، قُثَم بن العَبَّاس، أُسَامَه بن زَيد، شُقْرَان مَولىٰ رسولِ اللّٰه ﷺ تھے، أَوْس بن خَوْلِيّ الأَنْصَارِي بھی اس وقت موجود تھے ، رِضْوَانُ اللّٰه عَلَيهم أجْمَعِينَ.

حضرت علیؓ نے شکم اطہر پر ہاتھ پھیرا، لیکن جسمِ اَطہر سے کچھ نہیں نکلا، تو حضرت علی نے کہا: آپؐ تو زندہ ومردہ ہر حالت میں پاک صاف رہے۔

تکفین : آپؐ کو تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا، یہ چادریں یمن کے ایک شہر سُحُوْل کی بنی ہوئی تھیں، کفن میں قمیص عمامہ نہ تھے، محض بغیر سلی تین چادریں تھیں۔ آپؐ کے لئے جو خوشبو استعمال کی گئی وہ مُشک تھی، حضرت علی نے اُس خوشبو میں سے کچھ بچا لیا تھا کہ میری موت کے بعد استعمال کی جاوے۔

نمازِ جنازہ : آپؐ کی نمازِ جنازہ مسلمانوں نے انفراداً پڑھی، کسی نے امامت نہیں کی، بعض نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ: ہر شخص نماز میں اصل بن

جائے کوئی تابع نہ رہے، اور بعض نے کہا: اس لئے انفراداً پڑھی تاکہ وقتِ نماز طویل ہوجائے اور مدینہ کے باہر سے آنے والے نماز و تدفین میں شریک ہو سکیں۔

تدفین : قبرِ اَطہر میں نیچے سرخ کملی جو آپؐ اکثر اوڑھا کرتے تھے بچھائی گئی، یہ چادر شُقران نے بچھائی، قبرِ مبارک میں: عباسؓ، علیؓ، فضلؓ، قثمؓ اور شقرانؓ اُترے، یہ بھی روایت ہے کہ: عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی اُن کے ساتھ قبر میں اُترے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ: صحابۂ کرامؓ میں مکانِ دفن میں اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ: آپؐ کے نماز پڑھنے کی جگہ دفن کیا جاوے، بعض نے کہا: بقیع میں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ: میں نے نبی کریمؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے : ''ہر نبی اُس مقام پر مدفون ہوا ہے جہاں اُس کی وفات ہوئی'' لہٰذا آپؐ کی تدفین بھی اسی جگہ ہوئی جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔

قبرِ اطہر : آپؐ کا بستر وہاں سے ہٹا دیا گیا، اور قبر کھود دی گئی، اور اس پر نو (۹) کچی اینٹیں ڈھانپی گئیں۔

اس میں بھی اختلاف ہوا کہ: قبر لحد بنائی جائے یا نہیں؟ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ مدینہ میں دو گورکن ہیں:

۔ایک ابوطلحہؓ جو قبر میں لَحْد[1] بناتے ہیں۔

۔دوسرے ابوعبیدہؓ جو لَحْد نہیں بناتے[2]۔

اس میں سے جو شخص پہلے آجائے گا وہ اپنے طریق کے مطابق قبر تیار کرے گا، پس ابوطلحہ لحد بنانے والے پہلے آگئے، اس لئے قبر مبارک میں لحد بنائی گئی، یہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔

رفاقتِ صاحبین : پھر آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اسی حجرۂ شریفہ میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

---

(۱) لَحد : یعنی بغلی قبر۔ (۲) ابوعبیدہ شَقّ یعنی صندوقی قبر بناتے تھے۔

اشاریہ

INDEX

شخصیات

ب

س ش ص ض

ط

ع غ

سیرت سید البشر

ف ق ک گ ل

م

سیرت سید البشر

ن و ہ ی

مقامات

سیرت سید البشر

کتابیات

سیرت سید البشر

مراجع وماخذ

الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ١٤١٥ھ ۔

الاصابة فی تمییز الصحابة ، دار الجیل ، بیروت ١٤١٢ھ ۔

اٹلس سیرت نبوی ، دار السلام ، الریاض ١٤٢٤ھ ۔

انسان العیون فی سیرة الامین المأمون (السیرة الحلبیة) دار احیاء التراث العربی، بیروت ۔

اوجز السیر لخیر البشر، دار الکتاب النفیس ، حلب ١٤٢٢ھ ۔

ایک عالمی تاریخ ، مکتبة عثمانیة ، پورہ معروف ، مئو ، یوپی ١٤١٨ھ ۔

البدایة والنهایة ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ١٤١٧ھ ۔

برنامج الوادی آشی ، جامعة أم القریٰ ، مکة مکرمة ١٤٠١ھ ۔

بلدان الخلافة الشرقیة ، مؤسسة الرسالة ، بیروت ١٤٠٥ھ ۔

بهجة المحافل ، المکتبة العلمیة ، المدینة المنورة ۔

تاج العروس من شرح القاموس ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۔

التاریخ والمؤرخون بمکة ، مؤسسة الفرقان للتراث ، ١٩٩٤م ۔

التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة ، طبعة أسعد طرابزونی ١٣٧٦ھ ۔

تذکرة الحفاظ ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۔

خطبات بنگلور دوم ، کتب خانة نعیمیة ، دیوبند ، یوپی ١٤٢٢ھ ۔

خطبات مدراس ، دارالکتاب الجدید ، دیوبند ، یوپی ١٩٨٩م ۔

خلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر ، دار صادر ، بیروت ۔

خلاصة سیر سید البشر (تحقیق رفاعی) ، مکتبة نزار الباز، مکة مکرمة ١٤١٨ھ ۔

خلاصة سير سيد البشر (تحقيق زهير الخالد) وزارة أوقاف قطر ١٤٢١ھ۔

الدر الكمين بذيل العقد الثمين ، جامعة أم القرى ، مكة مكرمة ١٤٠٩ھ۔

الدرة المضية في السيرة النبوية ، دار بلنسية ، الرياض ١٤٢٤ھ۔

دلائل النبوة ، للبيهقي ، دارالكتب العلمية ، بيروت ١٤٠٥ھ ۔

الذرية الطاهرة ، الدار السلفية ، الكويت ١٤٠٧ھ ۔

الذكر المَيمون ترجمة سرور المحزون ، مدرسة أفضل العلوم ، آگره، يوپى ۔

رحلة التجيبى (مستفاد الرحلة والاغتراب) تونس ، ١٣٩٥ھ۔

سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد ، دار الكتب العلمية ١٤١٤ھ۔

السمط الثمين فى مناقب امهات المؤمنين ، دار الحديث ، القاهرة ١٤٠٩ھ۔

سيرة ابن هشام ، دار الكتاب العربى ، بيروت ١٤٠٩ھ۔

سيرت خير البشر ، مكتبة نور ، كاندهلة ، يوپى ١٤٢٢ھ۔

سيرة المصطفىٰ (للكاندهلوى) دار الكتاب ، ديوبند ، يوپى ۔

سيد المرسلين ترجمة سرور المحزون ، فريد بك ڈپو ، دهلى ۔

شرح بهجة المحافل ، المكتبة العلمية ، المدينة المنورة ۔

شرح المواهب اللدنيه ، دار المعرفة ، بيروت ١٤١٤ھ۔

شرف المصطفىٰ ، دار البشائرالاسلامية ، بيروت ١٤٢٤ھ۔

شمائل الترمذى ، داراحياء التراث العربى ، بيروت ١٤٢١ھ ۔

صفوة القرىٰ فى صفة حجة المصطفىٰ ، المكتبة التجارية ، القاهرة ١٣٥٤ھ۔

طبقات ابن سعد ، دار صادر ، بيروت ١٩٨١م۔

طبقات الشافعيه الكبرىٰ ، دار احياء الكتب العربية ، القاهرة ۔

ظهور المخزون ترجمة سرور المحزون ، كتب خانة عثمانية ، سهارنپور ١٣٥٨ھ

العقد الثمين فی تاریخ البلد الامین ، مؤسسة الرسالة ، بیروت ١٤٠٦ھ ۔

القریٰ لقاصد ام القریٰ ، مصطفی البابی الحلبی ، القاهرة ١٣٩٠ھ ۔

کشف الظنون ، دارالکتب العلمیة ، بیروت ١٤١٣ھ ۔

معجم البلدان ، دارالکتب العلمیة ، بیروت ۔

المنبی عن اسماء النبی ، مجلة عالم الکتب ، المجلد (٨) محرم ١٤٠٨ھ ۔

المنجد فی اللغه والاعلام ، دار المشرق ، بیروت ١٩٨٦م ۔

نظم الدررالسنیة فی السیرة الزکیة ، دار المنهاج ، جدة ١٤٢٦ھ ۔

نور العیون فی سیر الامین المأمون ، دار المنهاج ، جدة ١٤٢٥ھ ۔

هدیة العارفین ، دارالکتب العلمیة ، بیروت ١٤١٣ھ ۔

حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے

حامدؔ لکھنوی

حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفیٰ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبیؐ کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

یہ دربارِ محمدؐ ہے یہاں ملتا ہے بن مانگے
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے

یہ دربارِ محمدؐ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

ارے او ناسمجھ قربان ہوجا ان کے روضے پر
یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

ندامت ساتھ لے کر حشر میں اے عاصیوں جانا
سنا ہے شرم والوں کو وہ شرمایا نہیں کرتے

جو ان کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہیں اے حامدؔ
کسی کے سامنے وہ ہاتھ پھیلایا نہیں کرتے

ثنائے محمد ﷺ

محمد سلمان منصور پوری

کرے کوئی کیسے ثنائے محمدؐ
کہ خالق نے خود کی ثنائے محمدؐ
کمالِ محمدؐ، جمالِ محمدؐ
کہ ارض و سما سب فدائے محمدؐ
وہ حسن سراپا، وہ نورِ مجسم
منور ہے ساری، فضائے محمدؐ
محمدؐ محمدؐ، معنبر محمدؐ
معطر، سراسر ہوائے محمدؐ
مصفّٰی، مزکی، مجلّٰی، مطہر
نہیں کوئی افضل سوائے محمدؐ
محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ
ہو دن رات بس اب صدائے محمدؐ
گنہ گار امت کا وہ آسرا ہیں
کہ محشر میں ہوگی دعائے محمدؐ
نہ پروا کرے وہ، کبھی بھی، کسی کی
وہ حاصل ہے جس کو رضائے محمدؐ
محبت ہے دل میں تو مایوس کیوں ہے؟
یقیناً ملے گی، لقائے محمدؐ
نہیں چاہتا دل، مدینہ سے جاؤں
یہاں دیکھ کر کے، عطائے محمدؐ
بنے قبر میری، مدینہ میں یارب
ہو خادم کا مدفن فنائے محمدؐ
یہ سلمانؔ ان پر الٰہی فدا ہے
اسے اب تو کردے، فنائے محمدؐ
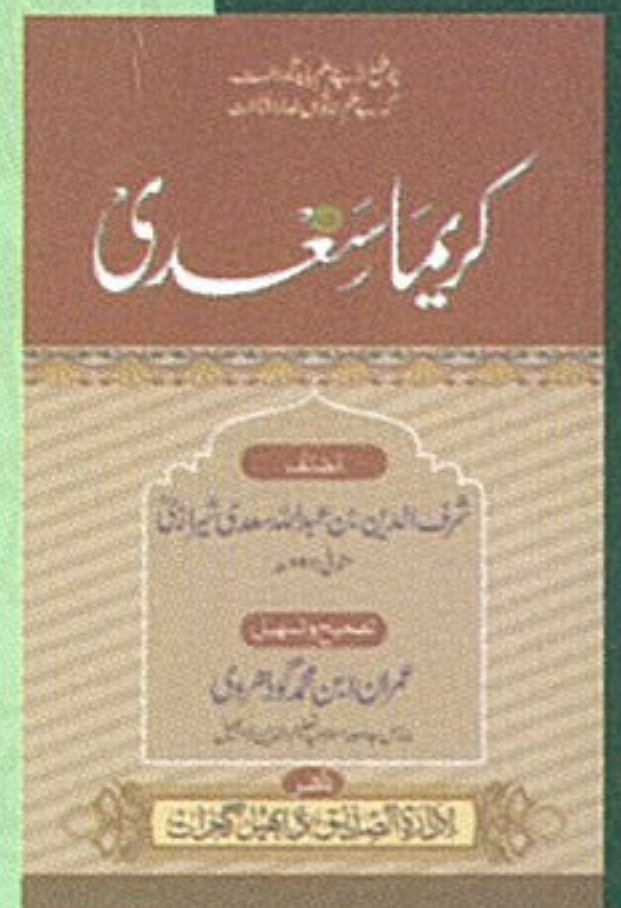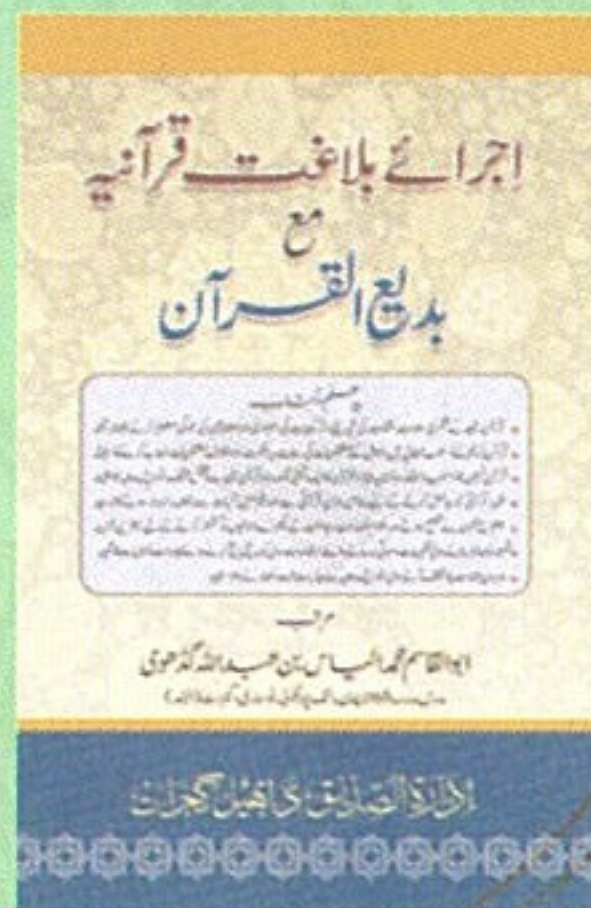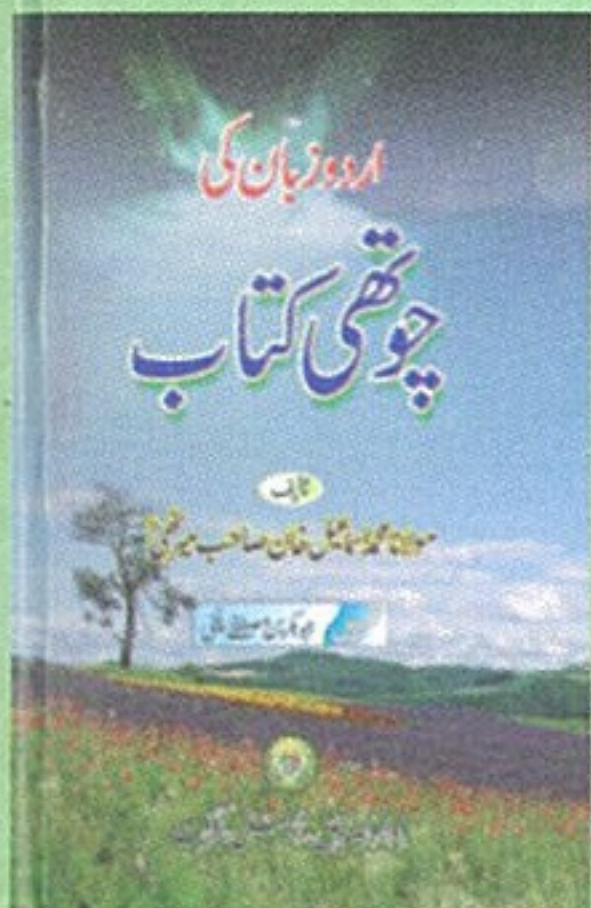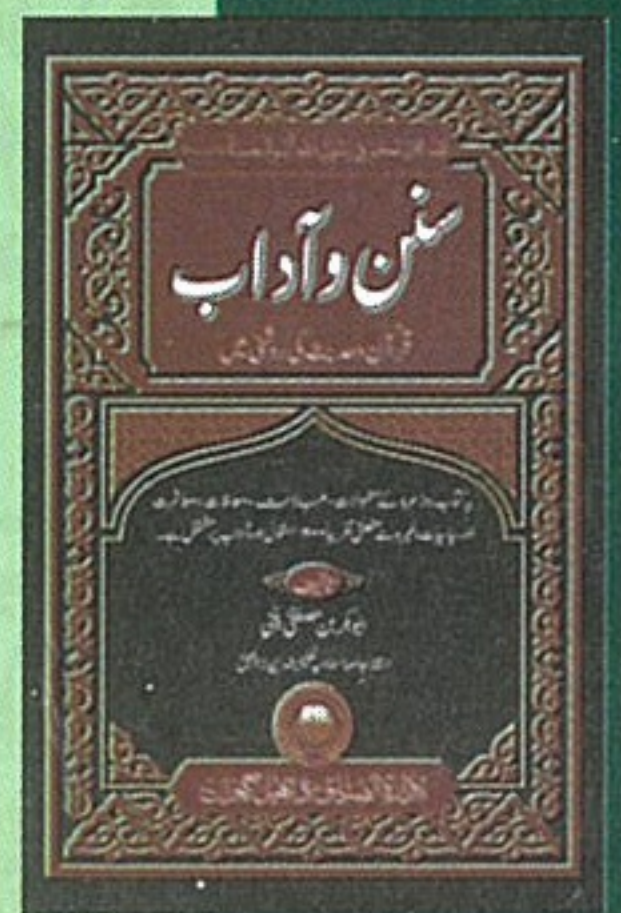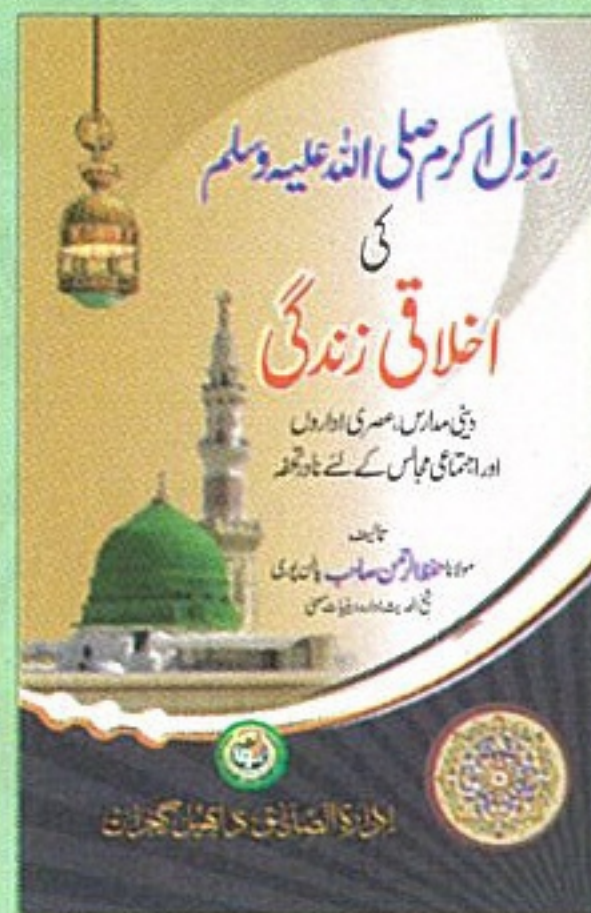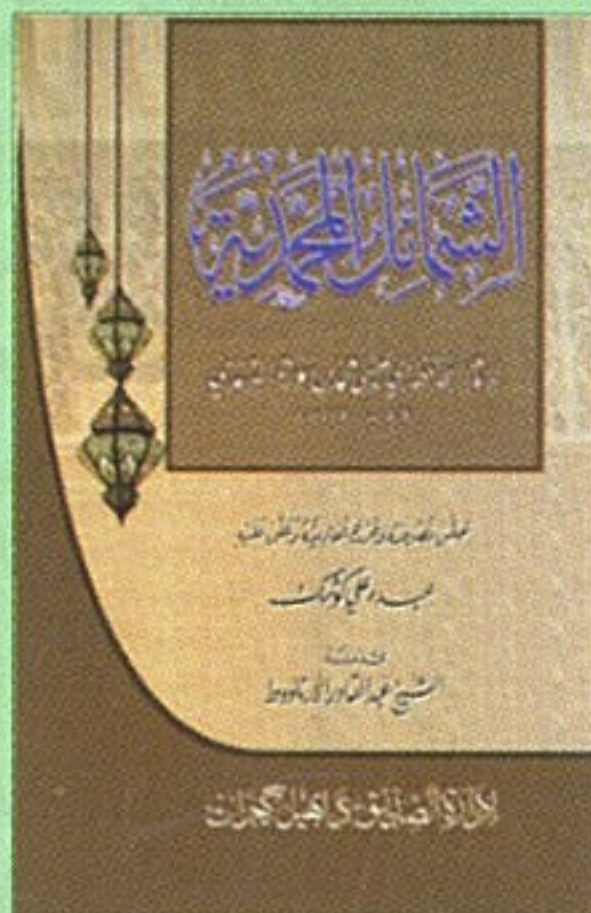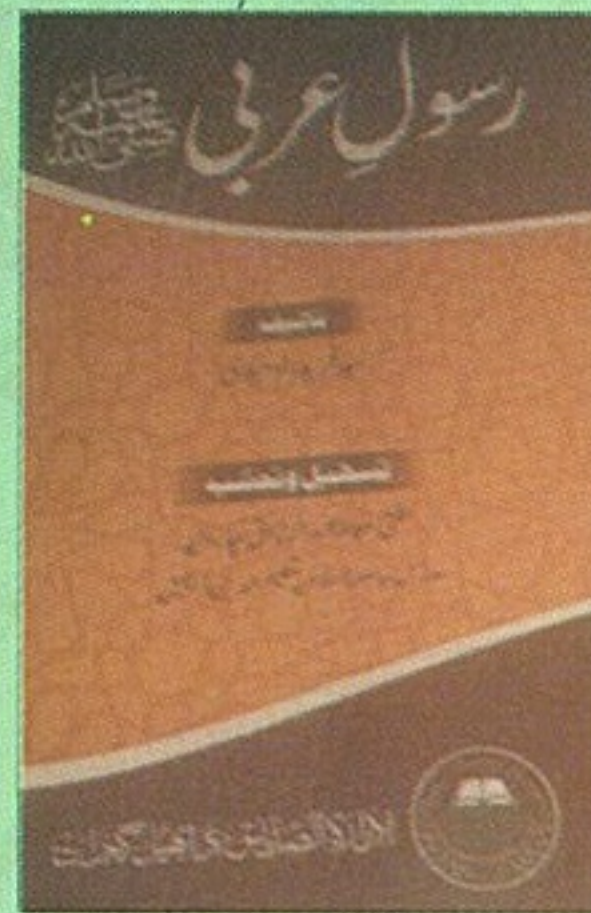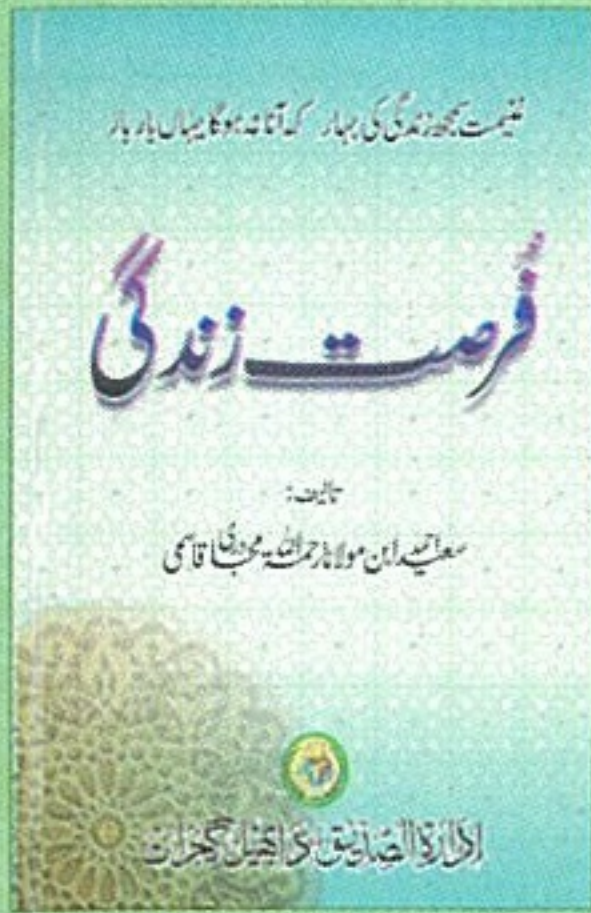
IDARATUSSIDDEEQ
DABHEL, DIST. NAVSARI GUJARAT, INDIA
CELL. +919913319190, 9904886188